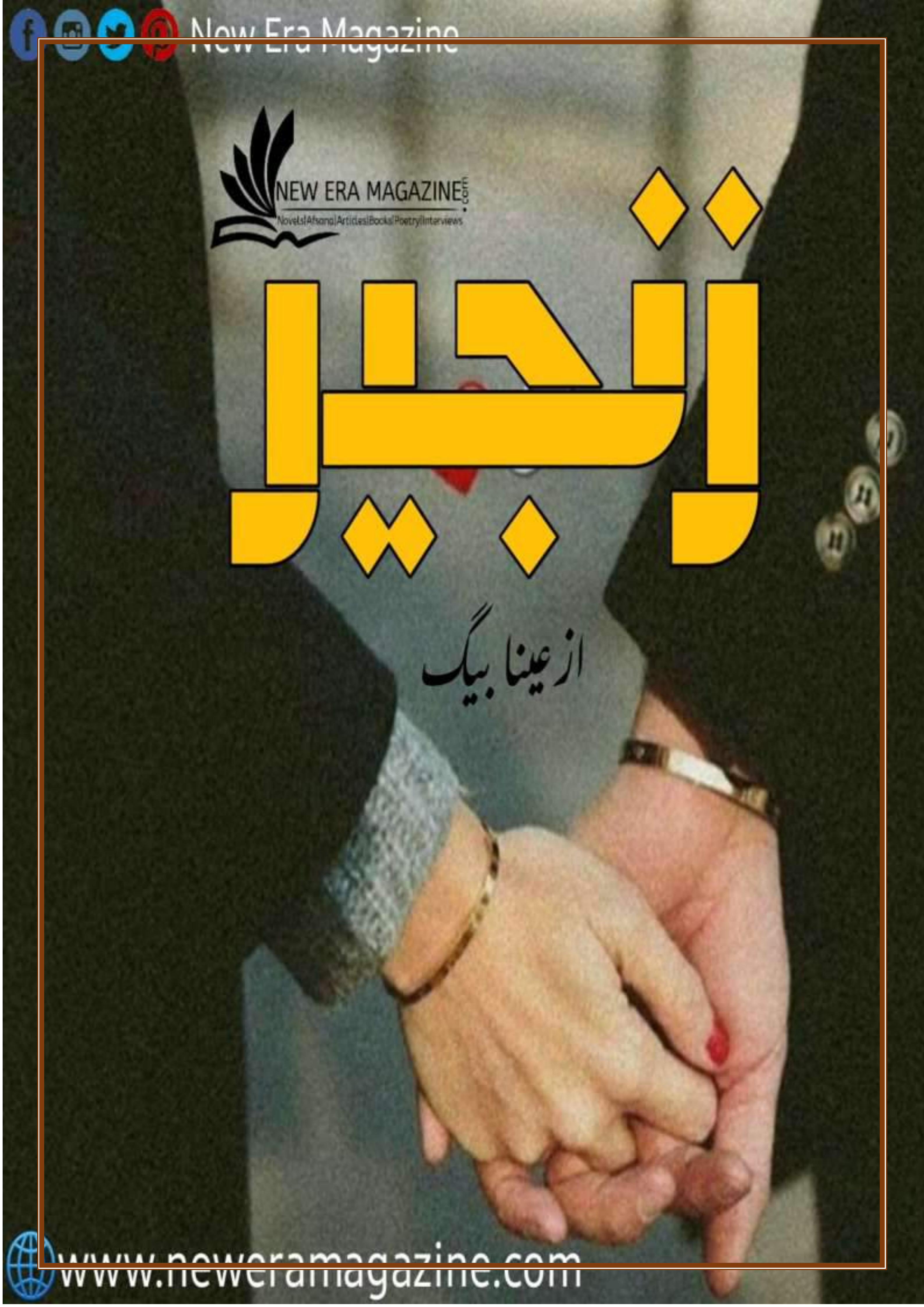
New Era Magazine
NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews
زنجیر
از عینا بیگ
www.neweramagazine.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(مکمل ناول)

زنجیر

از قلم عینا بیگ

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیوایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل،شاعری،پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیوایرا میگزین

☆☆☆☆☆

وہ حویلی کو الوداعی نظروں سے دیکھ آئی تھی۔اس نے گھر میں داخل ہوتے ہوئے اس کی عمارت پر بھرپور نگاہ ڈالی تھی۔ پیچھے سے بیگ گاڑی سے نکالتا حیدر اس کے رکنے پر اسے تکنے لگا۔ یہ وہی گھر تھا جس میں وہ ٹھہرا کرتا تھا۔وہ دروازہ ہاتھ سے کھولتے ہوئے اندر داخل ہوئی۔ شمیلہ بھابھی جو پھولوں سے گھر کو سجا رہی تھیں اس کی آمد پر بھاگی بھاگی آئیں۔

"ارے دلہن آگئی"۔انہوں نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں بھرا اور پیشانی چومی۔

"میں نے تمہیں دو دن بہت یاد کیا"۔وہ بہت محبت سے کہہ رہی تھیں۔

صالحہ نے پھیکا سا مسکرا کر پیچھے پھولوں سے سجا کر دیکھا۔

"یہ گھر کیوں سجایا ہے؟"۔وہ ہر جذبات سے عاری ہو کر پوچھ رہی تھی۔۔

"شادی کا گھر ہے صالحہ"۔انہوں نے اس کے چہرے کی لٹ کو کان کے پیچھے کیا۔

"شادی؟ نہیں نہیں شادی صرف ویر کی ہے! میرا اجنا۔۔۔" وہ ابھی جملہ مکمل ہی کررہی تھی کہ شمیلہ نے اس کو کندھے سے پکڑ کر جنجھوڑ ڈالا۔

"نہیں صالحہ ایسا مت کہو خدارا۔۔۔اپنے لیے نہیں تو میرا ہی احساس کرلو"۔یہ کہے ہوئے ان کا لہجہ گیلا ہو گیا تھا۔۔صالحہ نے انہیں دیکھا اور اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اندر بڑھ گئی۔اسے ان پھولوں سے نفرت ہورہی تھی جو دیوار پر بہت خوبصورتی سے سجائے گئے تھے۔ان پر نفرت بھری نگاہیں ڈال کر وہ سب کو حیران چھوڑ کر اوپر چلی گئی۔کمرے میں داخل ہو کر اس نے پورے کمرے کا جائزہ لیا تھا۔اس کمرے کی سجاوٹ دوسرے کمروں سے زیادہ تھی۔۔بے دلی سے اس نے اپنا چھوٹا سا بستہ بیگ پر رکھا اور گرنے کے انداز میں بیٹھ گئی۔شام کے سائے پھیل چکے تھے۔ وہ سفر سے اس قدر تھک چکی تھی کہ بستر پر لیٹ کر اسے ایک تھکن سی اترتی محسوس ہورہی تھی۔ دل کے اندر شور اٹھا تھا اور باہر بہت سناٹا تھا۔ وہ ارحم کی چھٹی ہوئی تصویریں ساتھ لے کر آئی تھی۔ بیگ سے ارحم کی

تصویریں نکالیں تو ایک افشاں کی بھی تصویر نکل آئی۔ارحم کی وہ تصویریں اس نے بہت سنبھال کر رکھیں تھیں۔ایک آنکھ سے آنسو نکلا اور چادر پر جذب ہو گیا۔افشاں کی تصویر پر نگاہ پڑی تو وہ لب بھینچ گئ۔اس کی یاد سے دل میں ایک درد اٹھا اور وہ آنکھیں موند گئ۔۔۔

---☆☆---

"بس اب میں بہت تھک گیا ہوں وجدان"۔وہ صوفے پر لیٹ چکا تھا۔

وجدان جو اسٹول پر چڑھا ہوا تھا،اس کی اس بات پر اسے گھور کر رہ گیا۔

"تمہاری یہ گھوریاں مجھ پر ایک فیصد بھی اثر نہیں کر رہیں"۔وہ اب آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر آنکھیں میچ چکا تھا۔

"تو نے کیا ہی کیا ہے اب تک؟"۔وجدان نے پھول کی لڑی کو دیوار پر سجا کر غصے سے پوچھا۔

"آئے ہائے تو یہ نہیں کہہ سکتا وجدان! یہ گھر جو تو سجا ہوا دیکھ رہا ہے اس میں سے پچاس فیصد میرا ہاتھ ہے"۔زید کا ہاتھ بے اختیار دل پر گیا۔

"یہ اتنا سا کام ہی تو کیا ہے بس؟"۔اس نے کندھے اچکا کر کہا تو زید کا دل چاہا اس کا گلا دبا دے۔

"میں گھر جا رہا ہوں! اب بس بہت ہو گیا"، وہ تڑپ کر اٹھا تھا۔

"تمہیں گھر جانا ہے؟ پہلے یہ سارے پھول سجاؤ، یہ لائٹیں لگاؤ،۔۔۔۔" اس نے بات ابھی مکمل ہی نہیں تھی کہ زید نے بات کاٹنی چاہی۔

"برتن دھو، جھاڑو بھی لگاؤ، اگلے سال تک کا کھانا پکاؤ اور پھر چلے جاؤ"۔وہ تڑخ کر بولا۔وجدان کی ہنسی چھوٹی اور اس کے ڈمپل گہرے ہوئے۔

"اگر اپنے بچے ہیں تو وہ بھی دیدے، ان کے ڈائپر بھی چینج کر جاتا ہوں"۔ وہ مکمل طور پر چڑ چکا تھا۔"دن ڈھلنے لگا ہے اور تجھے اپنے دوست کی کوئی پرواہ نہیں"۔وہ اس قدر تھک چکا تھا کہ رو دینے کو تھا۔وجدان کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔۔۔

"ارے یار۔۔۔ چل یہ میں کر لیتا ہوں یہ چھوٹا موٹا کام! جب تک تو آرام

کر لے پھر کہیں باہر چلیں گے۔۔۔"۔وہ اب اسٹول سے اتر چکا تھا اور فیری لائیٹس کی تھیلیاں باری باری کھول رہا تھا۔۔

"ڈنر کریں گے باہر"۔زید نے چمک کر اپنی خواہش کا اظہار کیا جس پر وجدان نے تیزی سے نفی میں سر ہلا یا۔

"آج ڈنر تو باہر نہیں ہو پائے گا کیونکہ آج میں بہت مصروف ہوں۔۔۔ تجھے ہوٹل کی چائے پلادوں گا تو فکر نہ کر!"۔

زید نے ناک منہ کے نقشے بگاڑ کر اسے بڑبڑاتے ہوئے کوسا۔وجدان اس سب میں صرف مسکراتا ہی رہا تھا۔اس کے اندر اب خاموشی چھا چکی تھی۔۔۔وہ ابھی کسی کو سوچنا نہیں چاہتا تھا،ہاں مگر رات کو!۔کسی کو سوچے گا،سوچتے سوچتے اس کے خیالوں میں غرق ہو جائے گا۔مگر یہ آخری بار ہو گا۔۔۔جنوری کی آج آخری تاریخ تھی اور فروری کی پہلی تاریخ کو وہ کسی کو اپنی زندگی میں قبول کرے گا۔۔۔ہر سوچ کو پس پشت رکھ کر وہ چاہے گا کہ وہ دل سے بھی اس کا ہی رہے۔۔

---☆☆---

جمعرات کا دن ڈھلا اور رات آگئی۔ سارا دن وہ بولائی بولائی پھرتی رہی۔ اپنوں کے درمیان غیر بن کر! وہ گھر کے گارڈن میں بیٹھی تھی کہ شمیلہ بھابھی بھی اس کے سامنے کرسی پر آبیٹھیں۔

"ایک عورت جب بھی اپنی بیٹی کو رخصت کرتی ہے تو اس سے پہلے کچھ نصیحتیں بھی کرتی ہے۔۔۔ میں تمہاری ماں نہیں ہوں صالحہ مگر۔۔۔ میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں"۔ وہ کھلے آسمان کے نیچے بیٹھے تھے۔

"کسی کو یاد کر رہی ہو نا تم؟"۔ انہوں نے خاموش بیٹھی صالحہ کو دیکھ کر پوچھا تو صالحہ نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلایا۔

"یہ جو تصویریں ہاتھ میں دبائی ہوئی ہوا سے کل یہیں چھوڑ جانا۔ ساتھ لے کر کسی دوسرے کی یادیں اپنے شوہر کے گھر نہیں جانا صالحہ"۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں کو آپس میں رگڑا تا کہ گرماہٹ پیدا ہو۔

"تصویریں چھوڑ جاؤں گی مگر یادیں تو ناممکن ہیں ناچچی؟"۔ اس نے پھٹی

ہوئی تصویر کو جوڑنے کی کوشش کی۔

"مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جاتا۔ یہ سوچ لینا کہ تم کسی کی بیوی بن جاؤ گی۔۔۔اس کے ساتھ ناانصافی ہو گی صالحہ۔۔۔وہ شخص کل اپنا آپ تمہارے نام کرے گا اور تم اپنے جذبات بھی اس کے نام نہیں کر پاؤ گی کیا؟"۔ شمیلہ چچی نے اس کی آنکھوں میں اپنا جواب کھوجنا چاہا۔ صالحہ نے نگاہ اٹھا کر انہیں دیکھا۔ وہ ٹھیک کہہ رہی تھیں۔ وہ شخص! صالحہ نہیں جانتی تھی وہ کیسا ہے مگر اس شخص کا بھی حق تھا کہ اسے ایسی بیوی ملے جو صرف اس کی رہے۔۔۔وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنی مٹھی آگے کی۔۔۔شمیلہ بھابھی نے اپنا ہاتھ کیا تو اس نے تصویریں ان کے ہاتھ میں رکھ دیں۔ وہ مبہم سا مسکرا دیں۔

"تم بات بہت جلدی سمجھ جاتی ہو صالحہ"۔ انہوں نے اٹھ کر اس کی پیشانی چومی تو وہ پھیکا سا مسکرا دی۔

"سچی بات تھی تبھی تو سمجھ گئی چچی"۔ وہ لبوں پر زبردستی مسکراہٹ لائی

اور قدم گھسیٹتے آگے بڑھ گئی۔ شمیلہ بھابھی نے ان تصویروں کو غور سے دیکھا تھا۔ وہ اپنا دل ان کی ہتھیلی پر چھوڑ گئی تھی۔۔۔

---★★---

رات کا نجانے کونسا پہر تھا جب وہ لاؤنج میں سیگریٹ پھونکتا کسی کی یاد میں تصویر دیکھنے میں مگن تھا۔ وہ اپنے ٹیرس پر لگے جھولے پر آڑا ترچھا لیٹا ہوا تھا۔ آنکھیں شدتِ ضبط سے لال ہو رہی تھیں۔ پتا نہیں کیا خیال آیا اور سیگریٹ زمین پر پھینک دی۔ زید صحیح کہتا ہے وہ کبھی میری نہیں تھی۔۔۔ کبھی نہیں!

کھلے آسمان کے نیچے بیٹھا وہ ہاتھوں میں دبائی شہوار کی بے شمار تصویریں دیکھنے میں محو تھا۔

"کہاں ڈھونڈوں تمہیں اب میں ؟۔ کیوں چھوڑ گئی مجھے ؟ کوئی کسی اپنے کو کیسے بھول سکتا ہے ؟ کیوں کانٹوں سی فطرت اپنالی تم نے ؟"۔ وہ زندگی میں پہلی بار کسی عورت کے لیے اتنا رو یا تھا۔ وجدان چہرہ بار بار رگڑ رہا تھا

اور چہرہ بار بار بھیگ رہا تھا۔"دیکھو آج میں کتنا بے بس ہو گیا ہوں"

کبھی تم لوٹ کے آؤ

مجھے بس اتنا سمجھاؤ

کہاں سے سیکھ لی تم نے

ادا مجھ کو بھلانے کی

تمہیں مجھ سے شکوہ تھا

یا کوئی بھی شکایت تھی

زحمت تو ذرا سی تھی

نہ کی کوشش کی بتانے کی

بھلایوں چھوڑ کر اپنا

کوئی اپنوں کو جاتا ہے

مسلسل دکھ کی بارش میں

جیون بھر رلاتا ہے

ابھی تو ریت گیلی ہے

بنے اپنے گھروندوں کی

ابھی سب نقش باقی ہیں

گئے قدموں پہ لوٹ آؤ

مجھے بس اتنا سمجھاؤ

کہاں سے سیکھ لی تم

ادا مجھ کو بھلانے کی

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اس نے خود سے تہیہ کیا تھا کہ اگر کبھی زندگی میں وہ اسے ملی یا پلٹ کر آئی تو وہ اس سے پوچھے گا! اپنا گناہ پوچھے گا اور اس کی بے وفائی کا پوچھے گا۔۔۔ کل اس کا نکاح تھا اور یہ تصویریں اب بھی اس کے ہاتھ میں تھیں۔ اس نے لائٹر جیب سے نکال کر جلایا۔۔۔ یہ کام اس کے لیے بہت مشکل تھا۔ آنکھ آنسو بہا رہی تھی اور دل یہ سب کرنے سے انکاری تھا۔ وہ تصویریں جلا رہا تھا اور محسوس اپنا دل جلتا ہوا کر رہا تھا۔ وہ جل کر راکھ ہوتی گئیں اور

اپنا لمس وجدان کے ہاتھوں سے کھوتی گئیں۔وہ جیسے جیسے جل رہی تھیں گویا وجدان کا دل جل رہا تھا۔۔

"تمہیں دیکھنے کا آخری سہارا بھی ختم"۔وہ کرب سے بول رہا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ اپنی شکل کھو گئیں اور وجدان کے ہاتھوں محض راکھ رہ گئی۔

وہ اسے بھول جانے کی اپنے رب سے دعا مانگنے لگا۔۔ جھولے سے اترنے کے لیے قدم زمین پر رکھے تو ایک ٹھنڈ کی لہر پورے بدن پر دوڑا ٹھی۔وہ زمین پر کھڑا ہو کر چلتا ہوا منڈیر تک آیا۔تنہا چاند تھا اور وجدان تھا!۔

"بس یہیں تک ساتھ تھا شہوار میرا اور تمہارا!"۔اس نے کہہ کر لب بھینچے تھے۔"اب ایک بار بھی اور تمہیں نہیں سوچوں گا"۔آنکھیں سختی سے میچ کر کھولیں اور لائیٹر جیب میں رکھتے ہوئے وہ وجیہہ کے کمرے میں چلا آیا۔وہ گہری نیند میں لحاف سے خود کو محفوظ کیے سو رہی تھی۔وہ کل رخصت ہو جائے گی یہ سوچ کر اس کا دل بھر آیا تھا۔اس کے قریب آکر وہ اس کے سرہانے بیٹھ گیا۔لٹیں جو چہرے پر سمائی ہوئی تھیں انہیں

دھیرے سے پیچھے کرتے ہوئے اس کی پیشانی چوم کر اسے بہت محبت سے تکنے لگا۔ وہ سوتے میں کوئی چھوٹی بچی لگ رہی تھی۔ وجدان اس کے سرہانے آہستگی سے لیٹ گیا اور اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ وہ ہلکا سا کسمسائی اور بھائی کی موجودگی پا کر اس کا ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹا کر اپنے ہاتھوں میں سختی سے پکڑ لیا اور آنکھیں موند لیں۔ وجدان مبہم سا مسکرایا۔

"سو جاؤ کیونکہ تمہیں صبح پارلر بھی جانا ہے"۔ وہ اٹھنے لگا مگر وجیہہ نے اس کا ہاتھ اور مضبوطی سے پکڑ لیا جیسے جانے سے روک رہی ہو۔ لبوں پر مسکراہٹ پھیلی اور وہ اس کے پاس ہی لیٹ کر آنکھیں موند گیا۔ بھائی کی موجودگی پا کر وجیہہ نے اپنے آپ کو محفوظ محسوس کیا تھا۔ تھکاوٹ کے باعث وہ جلد ہی نیند کی وادیوں میں کھو گیا تھا۔

---☆☆---

"صالحہ اٹھ جاؤ دیکھو کتنی دیر ہو گئی ہے۔۔ سمیعہ بھابھی نے شہر کی مہنگی بیوٹیشن کو بلایا ہے تمہارے لیے۔۔ وہ کبھی بھی پہنچتی ہو گی"۔ طلعت نے

صالحہ کو ہلا کر اٹھایا جو فجر کی نماز پڑھ کر سو گئی تھی۔

"اٹھ گئی ہوں اماں"۔وہ لیٹے لیٹے ہی آنکھیں کھولتے ہوئے بولی۔

"ناشتہ لائی ہوں منہ ہاتھ دھو کر اسے کھالو۔باقی افراد کھانا کھا چکے ہیں۔ تمہارا عروسی لباس استری کر کے رکھ دیا ہے۔تیاری مکمل ہے"۔وہ اس کا لحاف لپیٹ رہی تھیں۔

"کتنے بج رہے ہیں؟"۔اس نے بے دلی سے پوچھا۔

"بارہ بج گئے ہیں۔حیدر کے سالے نے وقت اور جائے مقام بتا دیا ہے۔۔۔دو بجے تک ہر حال میں ہال میں موجود ہونا ہے"۔وہ اسے آگاہ کرتیں کمرے سے چلی گئیں۔صالحہ کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔وہ اب گہری گہری سانس لے رہی تھی۔وقت جیسے جیسے بڑھ رہا تھا اس کے اندر کی وحشتیں بڑھتی چلی جا رہی تھیں۔وہ اٹھ کر فریش ہو آئی۔اس کی بھوک گبھراہٹ کے باعث مٹ چکی تھی۔اپنا سینہ مسلتے ہوئے اپنے دل کا غبار باہر نکالنے کی کوشش کر رہی تھی۔کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔

باہر سے مسلسل شور کی آواز آرہی تھی۔ اسے کمرے کے باہر قدموں کی چاپ محسوس ہوئی۔ ہلکی آواز میں دروازہ کھلا تو صالحہ نے دروازے کی سمت دیکھا۔

"بیوٹیشن آگئی ہے"۔ پھیکا مرجھایا چہرہ مسکرا کر بولا تھا۔ صالحہ نے تھوک نگلا۔

"وہ سنگھار کا آغاز کریں گی تو میں تمہارا عروسی لباس کمرے میں لے آؤں گی"۔ ثریا نے دروازہ پورا کھول کر بیوٹیشن کو اندر بلالیا۔

"یہ ہیں دلہن؟"۔ وہ اپنے کچھ بیگز کے ساتھ اندر آئی تھیں۔ ثریا نے اثبات میں سر ہلایا اور کمرے کو بلب جلا کر روشن کیا۔ پردوں کو کھڑکیوں کے سامنے سے ہٹایا تو کمرا روشن ہو گیا۔ صالحہ کی آنکھوں میں روشنی پڑی تو آنکھیں چندھیا گئیں۔

"آپ کو اگر فریش ہونا ہے تو ہو جائیں۔۔۔ پھر میں کام شروع کروں گی"۔ وہ اپنے میک اپ بیگز کھولنے لگی۔

"میں تمہارا عورسی جوڑا یہیں لے آتی ہوں"۔ ثریا اسے دیکھتی مڑ گئی اور وہ ایک بار پھر چہرے پر پانی مارنے واشروم چلی گئی۔

---★★---

"تو تیار نہیں ہوا؟"۔ زید اس کے گھر میں ابھی داخل ہوا تھا اور اب اسے گارڈن میں بیٹھا دیکھ کر حیران ہو گیا تھا۔

"نہیں وہ ابھی جیا کو پارلر سے لینا ہے اور۔۔۔" وہ ابھی بات مکمل کر ہی رہا تھا کہ زید نے بات کاٹی۔

"وقت دیکھا ہے تو نے؟"۔ اس کے غصہ کرنے ہر وجدان نے واچ دیکھی۔

'ہاں وقت تو بہت ہو گیا ہے"۔ اسے وقت کا احساس ہوا تو اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا کروں اب؟"۔ چہرے پر پریشانی واضح تھی۔

"شادی تمہاری ہے مجھ سے پوچھ رہے ہو کیا کروں؟ یا خدایا"۔ وہ جنجھلا ہی اٹھا تھا۔

"تم تو تیار ہو کر آئے ہو"۔اس نے مسکراتے ہوئے زید کو دیکھا جو سفید کرتے شلوار پر آف وائٹ کوٹی پہنا ہوا تھا۔

"ہاں! جبکہ میں دلہا بھی نہیں ہوں"۔اس نے ایک ایک لفظ چباتے ہوئے جملہ ادا کیا۔

"تو اب میں کیا کروں"۔وہ بے انتہا نروس تھا اور اب پریشانی سے اسے دیکھ رہا تھا۔زید کا دل چاہا ہنس دے مگر اس نے اپنا رویہ سخت ہی رکھا۔

"آدھے گھنٹے میں تیار ہو کر نیچے آؤ اور یہ گاڑی جو سجانے کے لیے لے کر گیا تھا میں سج کر آگئی ہے۔پھر وجیہہ کو پارلر سے لے کر سیدھا ہال پہنچنا۔باقی کا انتظام میں دیکھ رہا ہوں"۔وہ کہتا گاڑی کی چابی اس کے ہاتھ دے کر پلٹنے لگا۔وجدان بھی پھر سے وقت دیکھتا اثبات میں سر ہلاتا اوپر چلا گیا۔

---★★---

"بے انتہا خوبصورت"۔ثریا کے لبوں سے جو لفظ ادا ہوا تھا وہ بے ساختہ تھا۔اس نے گھنی پلکیں اٹھا کر ثریا کو دیکھا جو دم بخود اسے دیکھ رہی تھی۔

اسے دیکھنے عورتیں کمرے میں جمع ہونے لگیں۔ صالحہ نے نظریں اٹھا کر خود کو آئینے میں دیکھا۔ خوبصورتی سے ترشے ہوئے ہونٹوں پر گہری لال لپ اسٹک اس کے حسن کو چار چاند لگا رہی تھی۔ کنپٹی آنکھوں پر نفاست سے پھیرا کاجل قیامت ڈھا رہا تھا۔ اس نے انگلیوں سے اپنے آنکھوں پر آتی لٹ کو پیچھے کیا تو چوڑیاں کھنکھنا اٹھیں۔ وہ نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی۔ شمیلہ نے اس کے اندر ایک افشاں کو دیکھا۔ صالحہ کے دل نے افشاں موجودگی کی تمنا کی۔ ہاتھوں پر اس نے بھری بھری مہندی کی جگہ صرف گول ٹپا اور انگلیوں کے پوریں رنگوائی تھی۔ طلعت نے اس کا ماتھا بے اختیار چوما۔ وہ آج یہ مان گئی تھیں کہ ان کی بیٹی نے ان کا نہیں بلکہ افشاں کا حسن چرایا ہے۔ شمیلہ کے لبوں سے بے ساختہ دعا نکلی تو وہاں بیٹھے نفوس نے آمین کہا۔

"دس منٹ میں ہال کے لیے نکلنا ہے"۔ ثریا نے ہرے رنگ کی کرتی پہنی تھی اور نیچے پٹیالہ شلوار۔

وہ اسے دیکھنے میں اتنا محو تھی کہ دا.جی کی دھاڑ پر ہوش میں آئی۔

"باہر لے کر آؤ صالحہ کو۔۔۔گاڑی میں بٹھاؤ بہت تاخیر کر دی تم لوگوں نے"۔طلعت اثبات میں سر ہلاتی اس پر چادر ڈالتی ہوئی اس کو اٹھنے میں مدد دینے لگی۔

---★★---

"انسان کا بچہ لگ رہا ہے"۔زید نے اسے اوپر سے نیچے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ وجدان مسکرایا۔سفید کرتا شلوار پر کالی نفیس کوٹی پہنے کوئی شہزادہ لگ رہا تھا۔بالوں کو جیل لگا کر کھڑے کیے گئے تھے۔ہاتھوں میں واچ تھی جس پر وہ بار بار نگاہ ڈال رہا تھا۔گال پر پڑتے گہرے ڈمپل کے تو کیا کہنے تھے۔ وہ کسی بھی لڑکی کا آئیڈیل ہو سکتا تھا۔

"

تونے تو کہا تھا تو مجھ سے پہلے پہنچ جائے گا ہال؟ میں اور جیا کب سے پہنچے ہوئے ہیں"۔اس بنھویں اچکائیں۔زید نے چہرے کے زاویے بگاڑے۔

"انتظامات کرواتے کرواتے تاخیر ہو گئی"۔وہ ہال میں اکیلے کھڑے تھے۔

"مجھے جیا سے ملنا ہے یار میں نے اسے دیکھا بھی نہیں" وجدان نے لب کاٹے۔

"کیوں بھائی؟تو ہی تو لایا ہے اسے پھر کیسے نہیں دیکھا؟"۔زید قدرے حیران ہوا۔

"اس کی سہیلیاں اس کے ساتھ آئی ہیں پارلر سے۔۔ قسم خدا کی اتنا دل کر رہا تھا اس سے ملنے کا مگر جیسے ہی پارلر کے اندر داخل ہوا ہوں اس کی دوستوں کی بھرمار دیکھ کر واپس شرم سے باہر آگیا"۔وہ جھینپ کر بتا رہا تھا۔زید نے اسے سر تا پیر دیکھا جو دوست ہو کر بھی اس کے دل میں سیدھا اتر رہا تھا۔

"شرم کر لے!آج بیوی والا ہو جائے گا اور باتیں دوسری لڑکیوں کی کر رہا

ہے"

وجدان اس الزام پر تڑپ کر رہ گیا۔

"اللہ اللہ ایسا کیا کر دیا میں نے؟ بھئی میں اپنی بہن سے ملنا چاہتا تھا مگر جب اندر گیا تو اس کی سہیلیاں کھڑی تھیں تو میں شرمندگی سے باہر آگیا۔۔ بس! پھر وہ اسے بلکل چادر میں ڈھانپ کر باہر لائی تھیں تو اس وجہ سے بھی نہ دیکھ سکا۔ بات بھی نہ ہو پائی کہ گاڑی میں اس کی سہیلیاں ہی آپس میں باتیں کر رہی تھیں"۔اس نے بے چارگی سے نفی میں سر ہلایا۔زید ابھی کچھ کہتا ہی کہ ایک لڑکی برائیڈل روم کے دروازے پر کھڑے ہو کر وجدان کو پکارنے لگی۔وجدان اثبات میں سر ہلاتا اس کے قریب جانے لگا تاکہ جان سکے وہ کیا کہہ رہی ہے۔

"اس سے کہنا بیوی والا ہونے والا ہوں میں اب تو پکارنا چھوڑ دو"۔زید پیچھے سے ہنس کر آواز لگانا نہیں بھولا تھا۔وجدان خونخوار نگاہیں اس پر ڈالتا اس لڑکی کے قریب پہنچا۔

"جی"۔ نگاہیں زمین پر ٹکا کر بولا۔

"وجیہہ آپ کو بلا رہی ہے"۔ وہ مسکراتے ہوئے کہتی برائیڈل روم میں چلی گئی اور وہ یہ سوچ کر پریشان ہوا کہ وہ اتنی ساری لڑکیوں میں برائیڈل روم میں داخل کیسے ہو گا۔ برائیڈل روم کا دروازہ کھولا تو وجیہہ اس کے سامنے ہی کھڑی تھی۔ اسے دیکھ کر وہ یہ بھول گیا کہ آس پاس بھی لوگ کھڑے ہیں۔ وہ حسن کی مورت لگ رہی تھی۔ وجدان اپنے دل پر قابو نہ رکھ پایا اور اسے گلے سے لگا لیا۔ اس کی گڑیا آج اتنی بڑی ہو گئی تھی کہ اس کے سامنے دلہن بن کر کھڑی تھی۔۔ وہ اس کی پیشانی چوما جا رہا تھا اور لرزتے ہوئے کہتا جا رہا تھا کہ میری گڑیا بڑی ہو گئی۔۔۔ آنکھ سے آنسو بہنے لگے تو وجیہہ نے آبدیدہ ہو کر اس کی کمر سہلائی۔ وجدان اس کے اس انداز پر ہچکیوں سے رونے لگا اور اسے کس کر خود سے گلے لگا لیا۔ آس پاس اس کی سہیلیاں بھی بھرے دلوں سے مسکراتے ہوئے دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔ وہ اپنے آپ کو قابو میں رکھتے رکھتے بے قابو ہو گیا۔ اس کا چہرہ

وجیہہ کے آنچل میں چھپ گیا تھا۔وہ روتی جارہی تھی اور ساتھ بھائی کی کمر سہلاتی جارہی تھی۔وجدان تب تک اس کے گلے لگے رہا جب تک زید نے دروازہ کھٹکھٹا کر حویلی والوں کی آمد کی خبر نہ دی۔خود کو وجیہہ سے دور کرتے ہوئے اس کی پیشانی چوم کر باہر آگیا اور آنکھیں صاف کرنے لگا۔وہ جانتا تھا وہ جب تک اس کے ساتھ کھڑا رہے گا روتا رہے گا۔حویلی والوں کے ساتھ دوسرے مہمانوں کی آمد بھی ہوچکی تھی۔صالحہ کو پورا چادر سے ڈھانپ کر گھونگھٹ پہنا کر برائیڈل روم لے جانے لگے۔شمیلہ بھابھی نے اس کا شرارہ نیچے سے اٹھایا ہوا تھا تاکہ اس کے پیروں سے نہ الجھ سکے۔وجدان کے برابر سے گزار کر اسے برائیڈل روم لے جایا گیا۔ اس نے جاتی صالحہ کو ایک نظر دیکھا تو اس کی موجودگی سے ہی اس کی سانسیں رک سی گئیں۔سامنے سے آتے حیدر اور دا.جی نے بڑھ اسے سلام کیا تو وہ بھی بمشکل مُسکراتے ہوئے ان کا جواب دینے لگا۔۔۔ہال میں رونق وقت کے ساتھ بڑھتی گئی۔تھوڑا اور وقت گزرا تو مولوی صاحب

آ گئے۔ آخری وقت پر دا جی نے ایک اور نیا شوشہ چھوڑ دیا جو تھا نکاح پہلے وجدان اور صالحہ کا کیا جائے گا۔ وہ چار و ناچار حامی بھرنے پر مجبور ہو گیا۔ زید دانت پیس کر رہ گیا۔ صالحہ کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا تھا جب اسے نکاح کے لیے باہر بلایا گیا تھا۔ بے جان ہوتے وجود سے وہ شمیلہ اور ثریا کے ساتھ اسٹیج تک لائی گئی تھی۔ سیڑھیاں چڑھا کر اسے وجدان کے برابر لا بٹھایا تھا۔ وہ اب بھی پوری چادر میں خود کو ڈھانپی ہوئی تھی۔ گھونگھٹ کے باعث سر جھکا ہوا تھا۔ نکاح شروع کر دیا گیا تھا اور صالحہ کی سانسیں وجدان کی سانسوں سے زیادہ تیز چلنے لگیں۔

"صالحہ بٹ بنت کبیر بٹ آپ کا نکاح وجدان قریشی ولد واجد قریشی بعوض بارہ لاکھ روپے آپ کے مہر سکہ رائج الوقت آپ کے نکاح میں دیا جاتا ہے۔ کیا آپ کو قبول ہے؟"۔ یہ اس امتحان کا سوال تھا جس کا جواب اس نے کبھی کسی اور کے لیے سوچا تھا۔

ہاں گنوا دیا۔۔۔

دل ریزہ ریزہ گنوا دیا۔۔۔

دل بیٹھنے لگا اور اسے محسوس ہوا کہ بہت جلد اس کی سانسیں تھم جائیں گی۔

دلِ معتبر سنبھلنے میں نہیں آ رہا تھا۔ حواس منجمند ہونے لگے اور ہاتھ کپکپانے لگے۔ برابر میں وجدان سانس روکے بیٹھا تھا۔ ایک غیر اپنا بننے جا رہا تھا۔ شر جیل کے پیچھے کھڑی رفاہ کا دل گویا حلق میں تھا۔ صالحہ کی آنکھیں بھیگ چکی تھیں۔ حیدر اپنی اڑی رنگت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ کبیر بٹ نے تھوک نگل کر اپنے ہاتھوں کو مٹھی بنا کر بھینچ لیا تھا۔ وہ جو ارحم کے برابر بیٹھنے کے خواب دیکھتی تھی آج کسی انجان کے برابر میں بیٹھی تھی۔

"قبول ہے"۔ ایک آواز نکلی تھی لبوں سے کپکپاتی، سہاتی۔۔۔ کبیر صاحب جنہوں نے گھبرا کر مٹھی بھینچی تھی اس کے قبول کرنے پر مٹھی خود ہی ڈھیلی ہو گئی۔ تین دفعہ یہ الفاظ مولوی صاحب کے تین بار سوال

کرنے پر لبوں سے نکلے تھے۔ نکاح نامہ آگے بڑھایا اور دستخط کرنے کا کہا گیا۔اس نے لرزتے ہاتھوں سے قلم اٹھایا اور اپنی زندگی ایک دستخط کر کے اس کے نام کر دی! بس! اب صالحہ کا موت تک کا ساتھ اس شخص کے ساتھ تھا۔ارحم کی یاد کو اس نے دستخط کرتے ہی ہوا میں تحلیل کر دیا اور گہری سانس لے کر سیدھا ہو کر بیٹھ گئی۔

م

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ولوی صاحب نے وجدان کی طرف رخ موڑا اور اس سے اظہار مانگا۔وہ شہوار کو کل رات ہی خیالوں سے نکال چکا تھا اس لیے فورا "قبول ہے" کہہ دیا۔ نکاح مکمل ہونے پر "مبارک ہو" کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔

وجدان اٹھا تو دا جی اور کبیر صاحب سمیت سب مردوں نے اسے گلے لگایا۔۔۔صالحہ کو روم میں واپس بھجوا دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وجیہہ اور حیدر کا نکاح پڑھایا گیا۔ وجدان خوش تھا کیونکہ اس کی بہن خوش تھی۔

مسکراہٹ وجیہہ کے لبوں سے جدا ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

تقریب میں کھانے کا آغاز ہوا تو حیدر اور وجدان دوسرے انتظامات دیکھنے لگے۔ زید کو ایک میز پر پلیٹ سجا کر بیٹھتے دیکھا تو کان سے پکڑ کر کام پر لگایا۔ تقریب اس کی امید سے زیادہ اچھی گزری۔ داجی کے لب مستقل مسکرا رہے تھے اور وہ خود پھولے نہ سما رہے تھے۔ تقریب کا اختتام ہو رہا تھا اور دلہنوں کو چادر سے مکمل ڈھانپ لیا تھا۔ حویلی والوں نے اپنی خاندانی چادر اپنی بہو کو پہنائی تھی۔ شمیلہ بھابھی نے صالحہ کا ہاتھ وجدان کی طرف بڑھایا تھا جسے اس نے کچھ ہچکچاہٹ سے تھام لیا تھا۔ اس کے ہاتھوں پر اس کی گرفت ڈھیلی تھی۔ دونوں کو ساتھ باہر لایا گیا تھا۔ دو گاڑیاں سجی کھڑی تھیں جس میں سے ایک وجدان کی تھی۔ وجیہہ کو گاڑی میں بٹھایا جا رہا تھا تو وہ صالحہ کا ہاتھ چھوڑتا اپنی بہن کی جانب بڑھا۔ حیدر اسے تھام کر گاڑی میں بٹھا رہا تھا۔ وجدان نے وجیہہ کے سر پر ہاتھ رکھا اور حیدر کو دیکھا۔ حیدر نے اس کی التجائی نظریں دیکھیں جیسے وہ کہہ رہا ہو کہ اس کی

بہن کا خیال رکھا جائے۔ وجدان کو دیکھ کر اسے اپنی بہن یاد آئی۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا اور صالحہ کی جانب بڑھا۔ صالحہ کا چہرہ بھاری ڈوپٹہ اور چادر کی وجہ سے جھکا ہوا تھا۔ حیدر نے بڑھ کر اس کا گھونگھٹ اٹھایا۔ وہ بے خبر تھی حیدر کی موجودگی سے اس لیے بنا کچھ کہے نیچے ہی دیکھتی رہی۔

"صالحہ۔۔"۔ بے ساختہ اس کا نام لبوں سے نکلا تو صالحہ نے چونک کر سر اٹھایا۔ حیدر اس کانچ کی گڑیا کو دیکھ رہا تھا جو اس کی بہن تھی۔ جس کی کنچی آنکھیں حیرت کا مظاہرہ کر رہی تھیں۔ وہ اتنی خوبصورت لگ رہی تھی کہ حیدر کا دل چاہا اس کی پیشانی چوم لے۔ سب انتظار کر رہے تھے کہ وہ اب کچھ کہے گا۔ وجدان نے مڑ کر دونوں کو دیکھا تھا۔ وہ ابھی کچھ کہتا ہی کہ صالحہ نے اپنا گھونگھٹ نیچے کر لیا۔ حیدر کا دل چاہا اپنا آپ زمین میں گاڑ دے۔ باہر سے اسے زبردستی گلے لگایا اور اس کا سر تھپکتا، آنکھوں میں

آتے آنسو صاف کرتا گاڑی تک آیا۔شمیلہ نے صالحہ کو وجدان کی گاڑی میں بٹھادیا۔وجدان بمشکل وجیہہ کو خود سے دور کرتا اپنی گاڑی کی جانب بڑھا جہاں صالحہ کو پہلے ہی بٹھادیا تھا۔دو گاڑیاں الگ الگ سمت بڑھی تھیں۔وجدان نے گاڑی موڑلی تھی اور اپنے برابر بیٹھی صالحہ کی موجودگی محسوس کررہا تھا۔شام کے سائے پھیل رہے تھے اور دل کی وحشتیں بڑھ رہی تھیں۔دونوں کے دلوں میں ایک خوف تھا۔۔۔کیا اس کا شریکِ حیات اسے دل سے قبول کرے گا؟۔

---★★---

"آجائیں"۔اس نے گھر پہنچ کر اس کی طرف کا دروازہ کھول کر کہا۔وہ اپنے بھاری شرارے کو بمشکل سنبھالتی باہر آئی۔

"مجھے ایک دو کام ہیں۔ہو سکتا ہے انہیں مکمل کر کے ہی آؤں۔میر اانتظار مت کیجیئے گا"۔وہ نظریں چرا کر کہتا ہوا گاڑی کا دروازہ بند کرنے لگا۔صالحہ خاموش ہی رہی۔

"آئیں میں کمرہ دکھادوں آپ کا"۔دن ڈھل رہا تھا۔وہ بمشکل اسے دیکھ پا رہا تھا۔اسے زینے نظر آسکیں اس لیے اس نے وہاں موجود تمام بلب روشن کر دیئے۔ایک اپنائیت سی تھی کہ یہ لڑکی اس کی ہے۔ایک احساس تھا جو بہت عجیب تھا۔وہ جب زینے چڑھ گئی تو پیچھے آتے وجدان کے لیے رک گئی تاکہ وہ راستہ دکھا سکے۔گھونگھٹ میں اسے مشکل پیش آرہی تھی۔

"اس طرف"۔اس نے اشارے سے رخ بتایا لیکن وہ گھونگھٹ کے باعث دیکھ نہ پائی۔جب وہ اپنی جگہ سے نہ ہلی تو وجدان نے اس کا گھونگھٹ آہستہ سے اٹھا کر دیکھا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"کیا ہوا؟"۔اس نے صالحہ پوچھا تو صالحہ نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔
آنکھیں ملیں اور وجدان ساکت ہو گیا۔ایک سحر پیدا ہونے لگا۔کنچی
آنکھوں والی لڑکی۔۔۔وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا گویا اپنا آپ کھو رہا
تھا۔اس کی آنکھوں میں لگا کاجل وجدان کی کمزوری بن گیا تھا۔تین بول
نے اس لڑکی کو وجدان کا کر دیا تھا۔وہ اسے دیکھنے کا حق رکھتا تھا۔صالحہ کی
سانسیں گہری ہونے لگیں۔ایک گھبراہٹ دل کو گھیری ہوئی تھی۔ایک
سوال ابھر رہا تھا وجدان کے خیالوں میں۔۔۔کیا وہ اسے قبول کرے گی؟
صالحہ نے گھبراہٹ کے عالم میں کچھ کہنے کی کوشش کی تو آواز نکل سکی۔
اس کے سرخ عنابی ہونٹ کپکپانے لگے۔

"کک۔کمرہ"۔وہ ہکلاتے ہوئے بولی تو وہ چونکا۔

"جی؟"۔اس کی آواز اتنی مدھم تھی کہ وہ سمجھ نہیں پایا تھا۔وجدان نے
"جی" کہتے ہوئے اپنے کان اس کے پاس کیے تھے تاکہ وہ آسانی سے سمجھ
سکے۔وہ اس کے اتنے قریب کھڑا تھا کہ وہ اس کی سانسوں کی آواز بھی

محسوس کر سکتی تھی۔۔۔صالحہ نے اپنا چہرہ اس کے کان کے قریب کیا اور بولنے کی کوشش کی

"کک۔کمرہ"۔مدھم سی آواز ایک بار پھر لبوں سے نکلی۔وجدان نے اس پیاری لڑکی کو دیکھا اور اثبات میں سر ہلاتا سامنے سے ہٹ کر برابر میں آگیا۔

"وہ اس طرف ہے"۔اس نے صالحہ کا گھونگھٹ اٹھا کر سیدھے ہاتھ کی جانب اشارہ کیا۔اس کا ڈوپٹہ قدرے بھاری تھا اس لیے وجدان نے کمرے میں جانے تک اس کا گھونگھٹ اٹھائے رکھا۔کمرے میں داخل ہو کر اسے بیڈ پر بٹھایا۔کمرہ پھولوں کی خوشبو سے مہک رہا تھا گلاب کے پھولوں سے سجایا ہوا یہ کمرہ کسی بھی شخص کے دل میں آسانی سے اتر سکتا تھا۔بیڈ کو پھولوں کی بیلے لگا کر سجایا گیا تھا۔وجدان نے اس کا سوٹ کیس زمین پر رکھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"مجھے شاید تاخیر ہو جائے۔میرا انتظار مت کیجیئے گا"۔وہ زمین کر تکتے ہوئے کہتا ہوا مڑنے لگا۔

"اور اگر آپ کو کسی چیز کی ضرورت پیش آئے تو مجھے کال کر لے گا"۔وہ رک کر کہتا پھر مڑنے لگا۔۔

"آپ کے پاس موبائل ہے؟"۔وجدان پھر اس کے قریب آیا۔صالحہ نے نفی میں سر ہلایا تو اس نے گہری سانس لی اور بیڈ پر بیٹھا۔

"تو آپ کیسے رابطہ کریں گی مجھ سے؟"۔اس سے دو قدم دوری پر بیٹھے وجدان نے اس کی کنپٹی آنکھوں میں دیکھنے سے گریز کیا تھا۔صالحہ کا دل چاہا کہہ دے کہ جن سے خود رابطہ کرنا پڑتا ہے وہ ان لوگوں سے رابطہ ہی نہیں رکھتی۔کمرے کی مدھم روشنی میں بھی وہ ایک دوسرے کو دیکھنے سے پرہیز کر رہے تھے۔وجدان نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا اور سوچنے لگا وہ اس کا ہی تو ہے۔جسے جلد یا بدیر اسی کی جانب لوٹ کر آنا ہے۔

"مجھے آپ سے جواب نہیں مل پایا"۔اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔ناک میں پہنی چمکتی لونگ وجدان کو ناچاہتے ہوئے بھی اسے دیکھنے میں محو کررہی تھی۔صالحہ نے گھنی پلکوں کی بار اٹھا کر اسے دیکھا جس کے ڈمپل لب بھینچنے سے چہرے پر عیاں ہوئے تھے۔وہ وجاہت سے مکمل مرد تھا۔سامنے بند کھڑکی پر نگاہ ڈالی جس سے وہ ہونے والی رات کا منظر دیکھ پائی تھی۔وہ اس گھر میں اکیلی ہوجائے گی اگر وہ چلا گیا۔وہ کیا کہے؟اس کے جواب کے انتظار میں وہ اسے تک رہا تھا، مگر اس کی دھڑکنیں اپنے شوہر کو دیکھتے ہوئے بے ربط چل رہی تھیں۔

"جانا ضروری ہے؟"۔اس نے پریشانی سے وجدان کو دیکھ کر پوچھا۔

وجدان نے اس کی آنکھوں میں جھانکا اور پھر اس کے لب دیکھے جسے وہ دانتوں سے کاٹ رہی تھی۔کیا وہ اس کا ساتھ چاہتی تھی؟کیا وہ چاہتی تھی

کہ وہ اس کے ساتھ وقت گزارے۔خوش فہمیاں دل میں جنم لینے لگیں۔

"مجھے اندھیرے اور تنہا ہونے سے ڈر لگتا ہے"۔وہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ حویلی میں اتنے لوگوں کے درمیان بھی وہ تنہا ہی تھی،اس نے یہ کہہ دیا۔

"بہتر"۔وہ اٹھ کر وارڈروب کی جانب بڑھا اور اپنے کپڑے نکال کر چینج کر آیا۔

"میں نیچے لاؤنج میں جا رہا ہوں۔آپ ایزی ہو جائیں"۔وہ کہتا آپس میں ہاتھ رگڑتا نیچے چلا گیا۔صالحہ نے اس کے جانے کے بعد گہری سانس لی۔ اپنی تمام تر جویلری اتار کر انہیں سنگھار میز پر رکھ دی۔لونگ اتارنے کے لیے ہاتھ بڑھائے مگر روک لیے۔وہ اسے اچھی لگی اس لیے اتارنا مناسب نہ سمجھا۔اس کا عروسی لباس اتنا بھاری تھا کہ اب اسے چلنے میں دشواری محسوس ہو رہی تھی۔ جیسے تیسے چلتے ہوئے وہ سوٹ کیس تک آئی اور اسے

اٹھا کر بیڈ پر رکھا۔اس کا ڈوپٹہ اس کے کام میں دخل اندازی کرنے لگا تو اس نے اتار کر بیڈ پر رکھ دیا۔چادر وجدان نے کمرے میں آتے ہی اتار کر بیڈ پر رکھ دی تھی۔دروازہ کھلا ہوا تھا اور وہ نیچے تھا۔سوٹ کیس میں رکھے بہت سے کپڑوں کے درمیان اس نے ہلکے ہرے رنگ کا سوٹ نکالا اور مڑنے لگی کہ کسی سے ٹکرا گئی۔مقابل شخص نے یہ سوچ کر اس کا بازو پکڑا کہ کہیں وہ گر نہ جائے۔حواس ایک بار پھر منجمند ہوئے اور ٹکرانے والے کو ساکت نظروں اور بکھری دل کی دھڑکنوں سے دیکھنے۔اپنے آنچل کے بغیر وہ اس کے بہت قریب کھڑی تھی۔وجدان کی سانسیں گویا تھم گئیں اور وہ اس کانچ سی لڑکی کو دیکھنے لگا جسے دیکھ کر گمان ہوتا تھا کہ اگر اس کو ہاتھ بھی لگا یا تو میلی ہو جائے گی۔صالحہ بیڈ سے چادر لینے مڑی تو اس کے بازو اس کے گرفت میں تھا جس کی وجہ سے وہ وجدان سے ٹکرا گئی۔

اس نے پہلے وجدان کو دیکھا اور پھر اپنے بازو کو جو وجدان کے ہاتھوں کی قید میں تھا۔وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے میں اتنا مصروف تھا کہ بھول گیا

تھا کہ اس کے بازو پر اس کی گرفت مضبوط ہو چکی ہے۔صالحہ کی دور ہٹنے کی کوشش اب تک جاری تھی۔اسے احساس تب ہوا جب سحر ٹوٹا۔۔۔وہ نظریں جھکا گئی تھی اور اس کے دیکھنے کا محور سامنے سے ہٹ گیا۔وہ تیزی سے پیچھے ہوا۔

"مم۔میں وہ رر۔ریموٹ لینے آیا تھا۔۔۔لاؤنج کے ٹی وی کا ریموٹ"۔

وہ نظریں زمین پر مرکوز کیے بات اس کے علم میں لاتا سائیڈ میز کی جانب بڑھا۔صالحہ نے بیڈ پر سے چادر اٹھائی اور اس میں خود کو گھیر لیا۔نیوی بلو ٹی شرٹ پر وہ کالا ٹراؤزر پہنا تھا اور اس کے ہاتھ دراز کنگھال رہے تھے۔

اسے وہاں ریموٹ نہ ملا تو وہ صالحہ کی پیچھے والی میز کی جانب آیا اور دراز کھول کر ریموٹ تلاش کرنے لگا۔وہ وہیں ساکت کھڑی اس لمحے کو یاد کر کے جھینپ رہی تھی۔اسے ریموٹ نہ ملا تو وہ سر کھجاتا تاثر مندہ ہوتا زید کو کال ملانے لگا۔

"تونے ریموٹ کہاں رکھا ہے لاؤنج کے ٹی وی کا؟"۔اس کے کال اٹھاتے ہی اس نے پوچھا تھا۔ نظریں ایک بار پھر صالحہ کی جانب اٹھیں۔وہ زمین کو تک رہی تھی۔

"اچھا ٹھیک"۔جواب پا کر وہ کال رکھتا الماری سے ریمورٹ نکال کر کمرے کی دہلیز عبور کر گیا۔ تین چار قدم آگے چلا ہو گا کہ پیچھے سے دروازہ بند ہونے کی آواز آئی تو وہ بے جا شرمندہ ہوتا سر کھجاتے ہوئے نیچے چلا گیا۔اسے دیکھ کر وہ خود کو سنبھال نہیں پایا تھا۔کنچی آنکھیں اس کے حواسوں پر چھا چکی تھیں۔

---★★---

"دلہن کو کمرے تک چھوڑ آئے؟"۔شمیلہ جو جائے نماز پر بیٹھی تھیں انہوں نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد پوچھا۔طلعت جو ابھی کپڑے تبدیل کر کے آئی تھیں صوفے پر بیٹھ کر اس کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئیں۔

"ہاں"۔انہوں نے لمبی سانس ہوا کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"کل صبح حویلی کے لیے نکلنا ہے۔شہر میں آج ہماری آخری رات ہے"۔ شمیلہ نے میز سے تسبیح اٹھائی۔

"ابھی تک یہ آسرا ہے کہ صالحہ کے شہر میں ہیں۔دور ہیں مگر ایک شہر میں ہیں۔۔۔گاؤں کس دل سے جاؤں گی؟"طلعت چھت کو گھور رہی تھیں۔

"یہ چھوڑیں کہ گاؤں کس دل سے جائیں گی۔۔یہ سوچیں افشاں کو کیا منہ دکھائیں گے۔۔۔ہر بار جھوٹ کا سہارا لیتے لیتے تو میں اب تھک چکی ہوں"۔انہوں نے کہتے ہوئے صالحہ کی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔

"عجیب کشمکش سے دوچار ہوں میں۔اب نہیں سہے جاتے یہ حویلی کے اصول۔۔۔باخدا جب سے شہر آئی ہوں ایسا لگ رہا ہے حوالات سے چھوٹ کر آئی ہوں"۔وہ نڈھال لہجے میں بولیں۔"آج جانا میں نے کہ بیٹی کو رخصت کرتے ہوئے دل کیسے خون کے آنسو روتا ہے"۔

"حوصلہ رکھیں بھابھی اور دعا کریں وہ خوش رہے۔اس کا شوہر اسے خوش رکھے اور وہ اپنے شوہر کی خوشی کی وجہ بنے"۔انہوں نے ان کی کمر تھپتھپائی تو وہ اثبات میں سر ہلانے لگیں۔

---★★---

وہ گھر کی چھت پر تنہا کھڑی تھی کہ کوئی زینے چڑھ کر اوپر آیا۔قدموں کی چاپ محسوس کر کے اس نے گردن موڑ کر دیکھا تو شاہ زل کھڑا تھا۔

"آپ؟"۔اس نے حیرانی سے پوچھا۔رات کے تین بجے وہ چھت پر کیوں آیا تھا۔

"میں بھی یہی پوچھنے لگا تھا"۔وہ کھسیانا ہوا۔ثریا نے اس کی بات کو نظر انداز کر کے چھت کی منڈیر پر دونوں ہاتھ رکھے اور آسمان تکنے لگی۔

"اسلام آباد واقعی بہت خوبصورت شہر ہے"۔وہ اس سے تھوڑا دور منڈیر پر کہنیاں جما کر بولا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interview

"آپ نے دیکھا ہی کتنا ہے جو یہاں کے قصیدے پڑھ رہے ہیں"۔اس نے آسمان دیکھتے ہوئے جواب دیا۔وہ مبہم سا مسکرایا۔

"میں تعلیم کے لیے اسی شہر میں موجود یونیورسٹی آیا کرتا ہوں"۔اس نے جیسے ثریا کے علم میں اضافہ کیا۔محبت وقت تو مانگتی ہے مگر زیادہ تاخیر نہیں۔اس نے جیب سے سیگریٹ نکالی اور لائٹر جلایا۔

"جی اچھا"۔ثریا نے مختصراً جواب دیا۔اندھیرے میں لائٹر کا شعلہ نظر آیا تو ثریا نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"آپ سیگریٹ پیتے ہیں؟"۔اسے قدرے حیرانی ہوئی۔شاہ زل کا ہاتھ جو سیگریٹ جلانے لبوں تک جا رہا تھا راستے میں رک گیا۔وہ سٹپٹایا اور ہونٹوں میں دبی سیگریٹ نکالی۔

"پیتا تو نہیں ہوں مگر آج دل چاہ رہا ہے"۔یہ کہہ کر اس کے جواب کا انتظار کرنے لگا۔ثریا نے بھنویں اچکا کر اسے دیکھا۔

"آج ہی دل چاہ رہا ہے؟"۔لہجے میں صاف سنجیدگی تھی۔وہ اس کا چہرہ تکتارہ گیا۔وہ اسے لاجواب کر گئی تھی۔

"میں آج بہت خوش ہوں"۔وہ کچھ دیر کے وقفے سے بولا۔چہرے پر خوشی واضح تھی۔

"اس لیے سیگریٹ نوش فرمارہے تھے؟"۔وہ طنز کررہی تھی یاسادگی سے سوال! وہ سمجھ نہ پایا۔

"شاید"۔وہ سر کھجاتاہوابولا۔"خوشی کی وجہ نہیں پوچھی آپ نے؟"۔ اس نے ملگجی سی روشنی میں اس کا چہرہ بغور دیکھنے کی کوشش کی۔

"میں حق نہیں رکھتی"۔اس نے ماتھے بل ڈال کر سنجیدگی سے جواب دیا۔

"حق چاہیے؟"۔نگاہوں میں سرور تھاجو ثریا کی بھنویں اچکاکر دیکھنے سے ٹوٹ گیا۔

"میں سب سمجھ رہی ہوں"۔ ثریا نے اسے گھورا۔

"یعنی دشواری پیش نہیں آئے گی اظہار کرنے میں؟"۔ وہ منہ ہی منہ بڑبڑا کر ہنسا۔

"جی کچھ کہا آپ نے؟"۔ وہ اس کی بڑبڑاہٹ سن چکی تھی مگر انجان بنتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"نہیں بس یونہی"۔ وہ زبردستی مسکرایا۔ "میں اس لیے خوش ہوں کیونکہ حیدر کی شادی ہو گئی ہے"۔ اس کے کہنے پر ثریا نے اسے دیکھا۔ چہرے نے رنگ بدلا۔ وہ سامنے دیکھ رہا تھا اور مسکرا رہا تھا۔

"اس سب میں آپ کو کیوں خوشی ہو رہی ہے؟"۔ دل دکھ سے بھرا تھا مگر انداز میں مضبوطی تھی۔

"بھائیوں کی طرح ہے۔ خوشی نہیں ہو گی بھلا؟"۔ وہ بات گول مول کر گیا۔ ثریا نے گہری سانس لے کر ہوا میں چھوڑی۔

"آپ کیوں آہیں بھر رہی ہیں؟"۔

"آپ اتنے سوال کیوں کر رہے ہیں؟"۔اس نے اپنی نگاہیں اس کے چہرے پر گڑا کر پوچھا۔

"آپ اداس ہیں؟"۔وہ باز نہ آیا۔

"آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟"۔

"میں نہیں پوچھ رہا"۔اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"ہاں آپ کے پھیپھڑے پوچھ رہے ہیں"۔وہ طنزیہ بولی۔

"میرا دل پوچھ رہا ہے"۔وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

"کونسی پہیلی بوجھوانا چاہتے ہیں؟"۔وہ جھنجھلا گئی۔

"آپ خود بوجھیں"۔نگاہیں اس کے چہرے سے ہٹنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"یہ بھی میں ہی بوجھوں؟"۔اس نے بھنویں آپس میں ملائیں۔

"تو کیا میں بوجھوں؟"۔ کیا عجیب بحث تھی جو دونوں کے درمیان چل رہی تھی۔ وہ جس کو سوچنے کے لیے یہاں کھڑی تھی اسے وقتی طور پر بھول گئی تھی۔ چاند بادلوں میں چھپنے لگا۔

"تو کیا میں بوجھوں؟"۔

"یا اللہ کتنے سوال کرتی ہیں آپ"۔ اب کی بار جھنجھلانے کی باری شاہ زل کی تھی۔ وہ اس کا سوال وقت کی مناسبت دیکھ کر اسی پر پلٹا گیا تھا۔ وہ اس کی ہوشیاری پر دل ہی دل میں داد دیتی رہ گئی۔ شاہ زل نے اپنی تازہ شیو پر ہاتھ پھیرا۔ وہ قد میں اس کے کندھے تک آتی تھی۔ اسے شاہ زل کو دیکھنے کے لیے چہرہ اونچا کرنا پڑ رہا تھا۔

"جتنی گردن اونچی ہو رہی ہے آپ کی اس حساب سے مجھے لگتا ہے کہ گردن ہی گر جائے گی"۔ وہ اپنی مسکراہٹ بمشکل ضبط کرتا ہوا بولا۔ ثریا نے اپنی لمبی سی چٹیا آگے کی اور ناک بھنویں چڑھا کر اسے گھورنے لگی۔

"آپ ہی اتنے لمبے ہیں"۔

"تو آپ کیوں ہے اتنی چھوٹی؟"۔وہ اب اس کی بات کو انجوائے کر رہا تھا۔

"یہ میرے اختیار میں نہیں"۔چاند کی ملگجی سی روشنی میں وہ سامنے کی جانب دیکھتے ہوئے بولی۔

"ڈنڈے سے لٹکا کریں قد بڑھتا جائے گا، مگر خیال رکھے گا کہ مجھ سے لمبی نہ ہو جائیں"۔

"آج ہم ساتھ کھڑے ہیں کل کو ساتھ بھی نہیں ہوں گے۔وقت کے ساتھ ساتھ ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں اور سب اپنی اپنی زندگیوں میں مشغول ہو جاتے ہیں"۔اس نے اپنی کہنیاں دیوار پر ٹکائی اور اس پر ٹھوڑی رکھ دی۔

"ایسا ضروری نہیں"۔وہ تیزی سے نفی میں سر ہلا کر بولا۔

"ظاہر ہے یہی ہونا ہے اور کیا ہو گا اس کے سوا"۔اس نے کندھے اچکائے۔ماحول میں خاموشی کا راج تھا۔ہلکی سرد ہوا میں اس کی زلفیں اڑ رہی تھیں۔

"وقت بدلتے دیر نہیں لیتی۔حویلی کے لوگوں نے بھی حیدر کے لیے آپ کو سوچا تھا مگر وقت نے سب کے ارادے بدل دیے"۔وہ اپنے مخصوص سنجیدے لہجے میں بولا۔ثریا نے تکلیف سے آنکھیں میچ لیں۔وہ اپنے خیالوں سے جتنا حیدر کو دور رکھنا چاہتی تھی وہ اتنا ہی اس پر سوار ہو رہا تھا۔

"سچ کڑواہ ہوتا ہے نا؟"۔وہ چاند کو تکتے ہوئے مدھم آواز میں پوچھنے لگی۔ شاہ زل نے اس کی پھیکے ہوتے چہرے کو دیکھا۔

"کسی کے آپ سے رخ موڑ جانے سے زندگی رک تو نہیں جاتی؟وہ تو چلتی رہتی ہے۔آپ کی زندگی کی کہانی میں لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔زندگی کی کتاب کا وہ صفحہ پلٹ گیا ہے۔اسے دوبارہ دہرانا کیوں چاہتی ہیں؟۔جو

ورق پلٹ گیا اسے پھر پلٹ کر دیکھنا کہاں کی بیوقوفی ہے؟۔ایسے میں ہم اپنے سے قریب ہونے والوں کو بھی خود سے دور کر دیتے ہیں۔یہ رسمِ دنیا ہے بدلنا، بچھڑنا! جو آکر چلا جاتا ہے تو اس کے پیچھے اپنا آپ بے حال نہیں کرتے"۔آنکھیں چھوٹی کر کے وہ سنجیدگی سے اپنی بات مکمل کر گیا۔ثریا زرد پتوں کی مانند اس کی باتیں سمجھنے کی کوشش رہی تھی۔وہ سوچ رہی تھی کہ وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہے۔زندگی بھلا کہاں رکتی ہے؟۔زندگی منزل تو نہیں! یہ تو صرف راستہ ہے! کسی تک پہنچنے کا۔۔۔

"آپ کی باتیں مجھے متاثر کر رہی ہیں"۔وہ دھیمی آواز میں مبہم سا مسکرا کر بولی۔

"مجھے اچھا لگا"۔وہ نگاہیں اس کے چہرے پر جما کر بولا۔

"مگر میں یہ نہیں سمجھ پا رہی کہ یہ آپ کیوں سمجھا رہے ہیں مجھے؟"۔اس نے نظروں کا رخ اس کی جانب موڑ کر الجھ کر پوچھا۔اس کی بات پر وہ بے چارگی سے نفی میں سر ہلاتا ہوا ہلکا سا ہنسا۔

"اپنے دل کے حال سے نکل جائیں تو دوسروں کے دلوں میں بھی جھانک کر معلوم کیجیے گا کہ یہ بندہ کیوں آپ کو سمجھا رہا ہے اور یقین جانیے ! جس دن آپ میرے دل کا حال جان گئیں ! اس دن آپ سب سمجھ جائیں گی۔ یہ دل ہر جگہ نہیں پگھلتا ثریا جی"۔ وہ اپنے دل کی سمت اشارہ کرتے ہوئے پیچھے ہٹتا گیا۔ وہ چونکے اس کو پلٹ کر دیکھتی رہی۔ شاہ زل نے بات مکمل کی اور اسے چاند کے نیچے تنہا چھوڑ گیا۔ قدموں کی آواز اس سے دور ہوتی چلی گئی اور وہ اپنے آپ کو تنہا محسوس کرنے لگی۔ یہ تنہائی اندر سے کہیں مار رہی تھی۔ وہ گہری سانس ہوا میں خارج کرتی ایک بار پھر چاند تکنے لگی۔

---★★---

معمول کے مطابق صبح چھ بجے ہی اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ کسمسا کر پوری طرح سے ہوش میں آئی تو یاد آیا کہ وہ اب حویلی میں نہیں ہے۔ دل میں ہول اٹھنے لگا۔ اپنا ڈوپٹہ سرہانے سے اٹھا کر پہنتے ہوئے اٹھ بیٹھی۔ نظروں

نے پورے کمرے کا طواف کیا۔ سامنے صوفے پر نگاہ پڑی تو دھڑکنیں گویا رک گئیں۔ وہ سامنے صوفے پر خود کو سمیٹتا سو رہا تھا۔ سخت سردی میں بنا کسی کمبل یا چادر کے وہ کروٹیں لینے پر مجبور تھا۔ دھڑکتے دل کے ساتھ وہ بستر سے اتر کر زمین پر کھڑی ہونے لگی۔ فرش ٹھنڈا تھا تو اس نے بچاؤ کے لیے چپل پہن لی۔ اپنے آپ کو چادر میں لپیٹتے ہوئے بنا کوئی آواز کیے واش روم چلی گئی۔ آذان ہوئے کافی وقت ہو چکا تھا۔ جائے نماز ڈھونڈ کر وہ کپکپاتی نماز کے لیے کھڑی ہو گئی۔ عشاء کی نماز پر وجدان سے قبلہ پوچھ لیا تھا۔ پرندوں کی چہچہاٹ وہ بند کھڑکی کے اندر سے بھی محسوس کر سکتی تھی۔ نماز پڑھتی صالحہ کے برابر صوفے پر ہی دنیا سے بیگانہ وہ سو رہا تھا۔ وہ اس کا سردی سے ٹھٹھرنا محسوس کر سکتی تھی۔ سلام پھیر کر اس نے اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلائے اور دعا مانگنے لگی۔ اسے ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا جو اسے کانپنے پر مجبور کر رہی تھی، کہیں سے داخل ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے نگاہیں دوڑائیں تو کھڑکی کو تھوڑا سا کھلا پایا۔ اس نے جائے نماز تہہ

کر کے سنگھار میز پر رکھی اور کھڑکی بند کرنے لگی۔روشنی آہستہ آہستہ کمرے میں پھیل رہی تھی۔وجدان کے سردی سے ٹھٹھرنے پر اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔وہ رات سے یونہی ٹھٹھر رہا تھا۔اسے نہیں معلوم وہ کب کمرے میں آیا اور صوفے پر سو گیا۔صالحہ کا دل ایک دم کانپا۔اس کو وجدان پر ترس آنے لگا۔لب بھینچتی وہ تیزی سے بستر سے لحاف اٹھاتی اس کی جانب آئی۔گہری نیند سوتے وجدان کے گھنے کالے بال اس کے منہ چھائے ہوئے تھے۔ہلکی ہلکی شیو پر معصوم چہرہ صالحہ کو اچھا لگا۔وہ اس کا شوہر تھا یہ احساس صالحہ کے لیے عجیب تھا۔اس نے آہستگی سے بنا کوئی ہلچل مچائے اس کو لحاف اوڑھا دیا۔وہ ویسے ہی سوتا رہا جیسے سو رہا تھا۔صالحہ کو سردی محسوس ہوئی تو اس نے اپنی موٹی شال اپنے گرد پھیلا لی۔نیند مکمل اڑ چکی تھی۔بیڈ کے پشت سے ٹیک لگائے کمرے کا جائزہ لینے لگی۔ پھولوں سے گھرا کمرہ دیکھ کر اس کا دل گھبرانے لگا تھا۔اسے پھولوں سے وحشت ہو رہی تھی۔اس کی سانسوں کی رفتار بڑھنے لگی۔یہ پھول اس کی

اندر کی وحشت بڑھا رہے تھے۔اس کا دل چاہا تمام پھول نوچ پھینکے مگر وہ اس وقت کسی نئے رشتے کے تحت کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ عجیب دل سوز لمحے تھے۔جب اس سے برداشت نہ ہوا تو وہ آہستہ آہستہ بنا آواز کیے پھول اتارنے لگی۔بیڈ پھولوں کی لڑیوں سے گھرا ہوا تھا۔اس نے تمام لڑیاں اور پھولوں کے بکے سمیٹ کر سنگھار میز کی دراز میں رکھے ایک بڑے شاپر میں ڈال دیے۔یہ سب کرنے میں اسے آدھا گھنٹا لگا تھا۔دل میں بڑھتی گھبراہٹ اب کم ہو گئی تھی۔ساڑھے سات بجنے کو تھے جب وجدان کی آنکھ کھلی۔وہ کبھی نہ اٹھ پاتا اگر کھڑکی سے آنے والی سورج کی شعاعیں اس کی آنکھوں میں نہ پڑتیں۔آنکھیں پوری طرح سے کھلیں تو اس نے خود پر لحاف محسوس کیا۔اس نے چونک کر لحاف دیکھا اور پھر سامنے بیڈ سے ٹیک لگا کر بیٹھی ہوئی صالحہ کو۔ایک دم اسے کمرہ بھی خالی خالی محسوس ہوا مگر وہ جان نہ پایا۔صالحہ نے اسے دیکھ کر پھر سے نگاہیں جھکا لی تھیں اور وجدان اسے دیکھ کر یہ سوچ رہا تھا کہ اسے یہ لحاف کس نے اوڑھایا۔گھر

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

میں صالحہ کے سوا کوئی نہ تھا اور یہ ثابت ہو گیا کہ لحاف اوڑھانے والی صالحہ ہی تھی۔ بے یقینی سے اسے دیکھتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ صالحہ اسے دیکھنے سے گریز کر رہی تھی۔ واش روم کی چپل پیر میں پہنتا وہ واش روم سے فریش ہو آیا۔ ابھی وہ خالی کمرے کو دیکھ کر سوچتا کہ اس نے پھولوں سے بھرا بند ھا شاپر کونے میں لاوارثوں کی طرح پڑا دیکھا۔ حیرانی سے آنکھیں پھٹ گئیں اور نگاہیں فوراً صالحہ کی جانب اٹھیں۔ وہ اب بھی بیڈ کی چادر کو تک رہی تھی۔ یہ بات عام نہیں تھی! اتنی صبح کسی کو یہ خیال آتا ہے بھلا؟ وہ سمجھ گیا کوئی اسے اندر سے ستا رہا ہے۔ وہ دھیرے سے چلتا ہوا اس کی جانب آیا اور بیڈ سے نیچے ہی زمین پر جھک کر ٹانگوں کے بل بیٹھ گیا۔

"یہ پھول کیوں اتارے آپ نے؟"۔ بظاہر نرمی سے پوچھنے والے وجدان کا لہجہ صالحہ کو خفا خفا سا اور ہلکا سخت لگا۔ وہ تھوک نگل کر چادر کو آنکھیں پھاڑے خوف سے دیکھنے لگی۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر وجدان جان گیا کہ وہ اندرونی طور پر ابھی ٹھیک نہیں ہے۔

"کیا اچھے نہیں لگتے آپ کو پھول؟"۔اس کی کنچی آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کرتا وجدان بہت نرمی سے پوچھ رہا تھا۔

"مجھے پھول نہیں اچھے لگتے اس لیے میں نے اتار دیے"۔صالحہ اسے دیکھنا نہیں چاہتی تھی کہ نظر ملی تو دل کی دھڑکنیں بڑھ جائیں گی۔

"کیوں"۔اب کی بار بھی لہجے میں نرمی ہی تھی۔

"پھولوں سے میرے دل و حشتیں بڑھنے لگ گئی ہیں"۔پھولوں سے محبت کرنے والی لڑکی آج انہیں پھولوں سے ناپسندیدگی کا اظہار کر رہی تھی۔وجدان نے اس کے جملے پر غور کیا۔اس کا مطلب تھا اسے پھولوں سے نفرت ہوئے کچھ ہی وقت ہوا ہے۔

"اسی لیے میں نے سب اتار دیے ورنہ میرا دم گھٹ جاتا۔اب اچھے نہیں لگتے مجھے یہ پھول"۔نگاہیں خود بہ خود وجدان کی جانب اٹھیں اور وجدان اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔یہ کنچی آنکھوں والی لڑکی اب اس کی تھی!

اس کی ذمہ داری تھی!۔وہ اس کی باتوں کا مطلب سمجھ رہا تھا۔اب وہ نہیں سمجھتا تو اور کون سمجھ سکتا تھا۔

"کوئی بات نہیں! ہو سکتا ہے پھولوں سے نفرت وقتی ہو؟"۔ کنپچی آنکھوں کو تکتے ہوئے وہ بمشکل لفظ ادا کر پایا تھا۔صالحہ نے نگاہیں جھکالی تھیں۔ایک بار پھر سحر ٹوٹا اور وہ گڑ بڑایا۔

"م۔میں ناشتے کا انتظام کرتا ہوں"۔وہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ پیچھے بیٹھی صالحہ نے بے چارگی سے سامنے سنگھار میز پر نگاہ دوڑا کر خود کو آئینے میں دیکھا اور پھر دروازے سے نکلتے وجدان کو۔داستانیں مختلف تھیں مگر منزل ایک ہی!

---★★---

"حیدر اتنی صبح کیوں اٹھا رہے ہو؟"۔وہ جنجھلا کر آنکھیں بند کرتی بولی۔

"داجی ناشتے پر بلا رہے ہیں"۔وہ نہا دھو کر تیار اب آئینے کے سامنے کھڑا بال بنا رہا تھا۔

"مگر اتنی صبح ابھی تو آٹھ بجے ہیں"۔وہ کسمساتی ہوئی بولی۔

"ناشتے اسی وقت پر ہوتا ہے جیا۔اب جلدی سے اٹھ جاؤ ورنہ داجی کے چیخنے کی آواز آئے گی۔ بارہ بجے تک داجی اور باقی افراد کو حویلی کے لیے نکلنا ہے"۔وہ مڑ کر اس کے کپڑے بیگ میں سے نکالتا ہوا بولا۔

"میں یونی جانے کے علاوہ کبھی اتنی جلدی نہیں اٹھی۔۔۔"۔وہ اکتائے ہوئے لہجے میں بولی۔"تم نے کیا داجی سے بات کر لی کہ میں اور تم دو دن بعد حویلی آئیں گے ؟۔یونیورسٹی ختم ہو گئی ہے باقی کاغزات کے مسائل نبٹانے کے لیے وقفے وقفے سے یونیورسٹی جانا ہو گا"۔اس نے پاؤں میں باتھ روم کے سلیپرز پہنے اور کپڑے پکڑتی واش روم کے دروازے پر کھڑی ہو کر پوچھنے لگی۔

"نہیں۔۔۔ابھی گفتگو کرنی ہے"۔کلون خود پر چھڑکتا ہوا وہ اس بات پر پریشان ہوا تھا۔وجیہہ سر ہلاتی واش روم میں چلی گئی جبکہ حیدر اپنے کپڑے سمیٹنے لگا۔

۔۔۔★★۔۔۔

کمرے میں ملگجی سی روشنی میں بیٹھی افشاں کے لب صالحہ کے لیے دعا مانگتے مانگتے تھک چکے مگر دل نہیں۔۔۔آج تیسرا دن اس کے بغیر لگ چکا تھا۔اب اسے کون سنبھالے گا؟اب وہ کس کی سنے گی؟۔جب تھک گئی تو کھڑکی کے پاس آکر نیچے باغ میں جھانکنے لگی۔معمول کے مطابق آج وہی شخص جس کا چہرہ دیکھنے کی انہیں خواہش تھی ان کی طرف پشت کیے کھڑا گنگناتا ہوا پودوں کو پانی ڈال رہا تھا۔کھڑکی بند ہونے کی وجہ سے وہ چاہتے ہوئے بھی ان کی آواز صاف نہیں سن پا رہی تھی۔

تمہاری یاد آتی ہے تو ہم آنسو بہاتے ہیں

گزرے تھے کبھی جو ساتھ دن وہ یاد آتے ہیں،

اسی امید پر ہم نے کھلا رکھا ہے دروازہ،

سنا ہے شام ہوتے ہی بچھڑے لوٹ آتے ہیں

حقارت سے نہ دیکھو اہلِ ساحل طوفان کو،

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کنارے ڈوب جاتے ہیں

وہ ابھی بھی گنگنا رہے تھے، مگر افشاں انہیں واضح سننا چاہتی تھی۔اس کے لیے دل نے اس شخص کے لیے اپنائیت محسوس کی تھی۔ کہیں وہ گنگنانا بند نہ کردیں اس نے جلدی سے کھڑکی کے دونوں پٹ کھولے۔ہوا کے باعث وہ دونوں دیوار سے جا کر ٹکرائے اور آواز پیدا ہوئی۔پودوں کو پانی ڈالتا وہ وجود ساکت ہو گیا۔ تیز ہوا کے باعث ڈھیلے جوڑے میں قید وہ گھنے لمبے بال آزاد ہوئے اور لہرانے لگے۔ایک امید لیے وہ شخص پلٹا اور ساکت رہ گیا۔افشاں کی آنکھیں پھٹ گئیں اور ششدر ہوئی وہ انہیں دیکھنے لگی۔ دھڑکنیں رکتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔نیچے کھڑے اس شخص کے ہاتھ سے پودوں میں پانی ڈالنے والا کنستر چھوٹا اور گھانس پر گر گیا۔دماغ میں

جھماکہ ہوااور جو یاد آیا وہ تھا پیلا جوڑا، لال چادر اس میں سے نکلتی آوارہ لٹیں۔۔۔دماغ میں پھر جھماکہ ہوااور اب لال جوڑا، گہرا کاجل، چمکتی ہوئیں کنچی آنکھیں۔۔۔کتنے سالوں کی دوری تھی جواب وہ ایک دوسرے کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ کر پوری کر رہے تھے۔ عمر ڈھل رہی تھی مگر جذبات ویسے ہی تھے۔

"محبت کا چرچا میں سرِ بازار کرنے کے قائل نہیں بشارت حسین۔ اگر قائل ہوتی ناتو پورا گاؤں ہمارا نام ایک ساتھ پکارتا"۔وہ الفاظ جو برسوں پہلے دشمنِ جاں نے دہرائے تھے آج انہیں اپنے کانوں میں گونجتے محسوس ہورہے تھے۔وقت گویا رک چکا تھا۔بالآخر کتنے ہی عرصے بعد اس نے اپنے محبوب پر نگاہ ڈال ہی لی تھی۔

"یہ ظالموں کی بستی ہے بشارت حسین"۔آواز شاہ جی کے کانوں میں گونج رہی تھی۔۔۔وہ دیکھتے رہے مگر کب تک دیکھتے رہتے؟۔حیا نے آلیا اور انہوں نے نگاہیں نیچے کرلیں۔وہ اب بھی نا محرم ہی تھے ایک

دوسرے کے لیے۔ محرم بنانے کی خواہش میں کتنے سال گزر گئے مگر آج بھی دیکھا تو بھی نامحرم کی حیثیت سے۔۔اوپری منزل پر کھڑی افشاں چیخ کر پیچھے ہوئی تھی۔اس کی آواز حویلی میں کافی برسوں بعد گونجی تھی۔ زبان میں تکلیف ہوئی اور روتی بلکتی اپنی تکلیف کم کرنے لگی۔دل کی دھڑکنیں تیزی سے دھڑک رہی تھیں۔وہ شخص یہاں کیا کر رہا تھا۔وہ اسے مار دیں گے۔۔۔حویلی والے اسے مار دیں گے۔۔۔وہ بھاگ کر کھڑکی کی جانب آئی اور نیچے جھانکنے لگی۔باغ میں کوئی نہ تھا۔شاہ جی حیا کے باعث بمشکل نظریں چراتے پہلے ہی اندر جا چکے تھے۔نظریں اس شخص کو تلاشنے لگیں۔وہ چیخ چیخ کر کہنا چاہتی تھی یہاں سے چلے جاؤ بشارت حسین۔۔۔عشق کی وادی برباد ہو چکی ہے۔یہ ظالموں کی بستی ہے۔۔۔وہ دیا ان ظالموں کے ہاتھ لگ چکا تھا اور انہوں نے اسے پیروں تلے روند کر چکنا چور کر دیا تھا۔مگر وہ کچھ بول نہ سکی۔۔۔اس کی زبان کی تکلیف بے جا تھی مگر فکر صرف وادی عشق کے اس مسافر کی تھی۔۔۔

وہ اسے مار دیں گے۔۔۔وہ پھولتی سانسوں اور تیز دھڑکتی دھڑکنوں سے اس شخص کو سوچنے لگی۔۔۔اس کی گئی وفا کو سوچنے لگی۔وہ بھی اس کے بعد دھرا کا دھرا رہا اور وہ بھی نہ بدلی۔وہ دونوں جیت گئے وفاداری نبھانے میں! دماغ میں جھماکہ ہوا اور وہ سن ہو گئی۔وہ یہاں ابھی نہیں آیا تھا یقیناً۔۔۔وہ یہاں پہلے سے تھا۔۔۔یہ وہی تو تھا جو گنگناتا تھا صرف اس کے لیے۔۔۔جس کی ہر صبح اس کی گنگناہٹ سے ہوتی تھی۔یہ وہی شخص تھا جس کی آواز کا درد محسوس کر کے اسے اپنائیت سا محسوس ہوتا تھا۔اسے حیرانی ہوئی۔۔۔اس نے خط میں اسے گاؤں چھوڑ جانے کی تاکید کی تھی مگر وہ نہیں گیا۔۔۔وہ کیوں نہیں گیا افشاں؟۔وہ اب خود سے سوال کر رہی تھیں۔۔۔کیونکہ۔۔۔کیونکہ اس کے خون میں وفا ہے۔کیونکہ اس نے پاک محبت کی ہے۔۔۔ایک سچی اور پاک محبت!۔جس کے لیے پہلے کبھی نگاہیں نہ اٹھیں اسے کتنے برسوں بعد دیکھ کر بھی اس شخص نے نگاہ جھکالی۔۔وہ چاہتا تو اسے دیکھنے میں محو سے محو تر ہو جاتا۔۔۔وہ کون ہے

حویلی کا؟۔اس کی شناخت ؟۔وہ دل پر ہاتھ رکھے بے یقین اور ساکت نظروں سے حیران بیٹھی یقین کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔کھڑکی اب بھی کھلی تھی اور ہوا تیزی سے اندر داخل ہو رہی تھی۔۔۔بڑھتی عمر نے اسے بالوں کو کوئی فرق نہیں پڑنے دیا۔وہ اب بھی اتنی ہی حسین تھی۔ جیسے پھولوں کے گھر سے آئی ہوئی شہزادی۔۔۔مگر چہرہ جھریاں زدہ ہو رہا تھا۔کنچی آنکھوں پر گھنی پلکوں کی باڑ بھی ویسی تھی۔وقت کی بے رحمی نے اس کے سنہرے برس چھین لیے تھے۔۔۔ناقابلِ یقین لمحوں میں شکست دیتی ہوئی زندگی۔۔۔

---★★---

وہ دونوں ساتھ کمرے سے باہر آئے تھے اور اب ڈائیننگ ٹیبل پر بیٹھنے لگے تھے۔

"آجاؤ بہو"۔داجی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور حیدر کے برابر بیٹھنے کو کہا تو وہ لال ہوتے رخسار کے ساتھ حیدر کے برابر میں بیٹھ گئی۔طلعت نے مسکرا کر اپنی بہو کو دیکھا جو شرماتے جھجھکتے لقمے منہ میں ڈال رہی تھی۔

"حویلی چل کر بہترین استقبال کریں گے"۔داجی خوش تھے اور کبیر اپنی دھی کی کمی محسوس کر رہے تھے۔ان کی بات پر وجیہہ نے حیدر کو دیکھا تو حیدر نے بمشکل داجی کو۔

"داجی میں چاہ رہا تھا کہ دو دن یہیں رہ لوں۔یونیورسٹی کے کچھ مسائل حل کرنے ہیں"۔آواز مدھم تھی۔داجی نے ناک بھنویں چڑھائیں۔

"کون سے مسائل؟"۔انہوں نے تڑخ کر پوچھا۔

"ان گنت ہیں۔۔اور بعد میں بار بار آنا بھی ہو گا جب تک یونیورسٹی ہماری مکمل ختم نہیں ہو جاتی"۔اس نے ناشتے کا لقمہ منہ میں ڈالتے ہوئے بتایا۔

داجی نے لب بھینچے اور کچھ نہ کہا۔وہ سمجھ گیا کہ اجازت مل چکی ہے اور

پلیٹ کی طرف متوجہ ہو گیا۔طلعت اور کبیر کو ذرہ برابر فرق نہ پڑا کیونکہ وہ اپنی اولاد کے فیصلے بھی خود کرنے کا اختیار نہیں رکھتے تھے۔۔۔

---★★---

وہ ناشتے کی اطلاع دینے کمرے میں داخل ہوا تو وہ بیڈ سے ٹیک لگائی آنکھیں موندے بیٹھی تھی۔

"ناشتہ لے آیا ہوں میں"۔اسے اطلاع دے کر وہ نگاہیں جھکاتا کمرے سے نکل گیا۔صالحہ نے گھڑی دیکھی تو نو بج رہے تھے۔چپل پیروں میں پہن کر کمرے سے باہر آئی اور گھر کا جائزہ لینے لگی۔وہ پہلی منزل پر کھڑی تھی۔سامنے کی جانب ایک کمرہ تھا جو شاید وجیہہ کا تھا۔دائیں جانب ایک اور کمرہ تھا جو شاید لاک تھا۔الٹے ہاتھ پر سیڑھیاں تھیں۔وہ ریلنگ کے سہارے سیڑھیاں اتر کر لاؤنج میں داخل ہوئی۔لاؤنج بے حد کشادہ تھا اور سامنے بڑی ایل ای ڈی لگی تھی۔خاکی صوفے پر وجدان بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔اسے کچن میں جانا تھا مگر اسے رستہ معلوم نہیں تھا۔

"سنیں"۔ مدھم آواز میں اس نے وجدان کو پکارا تھا۔ وجدان نے اس کی آواز پر گردن موڑ کر دیکھا۔ وہ ٹی پنک جوڑے میں سیدھا اسے اپنے دل میں اترتی محسوس ہوئی۔

"جی کہیں"۔ اس نے لب بھینچے کھڑی صالحہ کو نرمی سے جواب دیا۔

"کچن کہاں ہے؟"۔ اپنی مخروطی انگلیاں مروڑتے ہوئے وہ پیشانی پر لکیریں ڈالتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ وجدان نے اس کے ہاتھ دیکھے اور پھر اس کا تاثرات! وہ نروس تھی۔

"آپ کے پیچھے دائیں طرف"۔ صوفے کی پشت پر ہاتھ پھیلاتے ہوئے وہ آنکھوں سے اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ صالحہ نے اثبات میں سر ہلایا اور کچن میں جانے لگیں۔

"میں نے چائے چڑھائی ہوئی ہے اور فرائینگ پین بھی ہلکی آنچ پر رکھ دیا ہے۔ وہ گرم ہو جائے تو میں انڈے فرائی کر دوں گا اور بریڈ بھی لے آیا

ہوں۔آپ کے لیے یہ ناشتہ مناسب ہے؟"۔اس نے کچن کی جانب بڑھتی صالحہ کو روکا۔

"جی میں انڈا فرائی کردیتی ہوں"۔وہ لب کاٹتے ہوئے کہتی مڑنے لگی کہ وجدان اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ کل ہی دلہن بن کر آئی ہیں۔اچھا نہیں لگے گا کہ اگلے دن سے ہی کام شروع کردیں۔میں بنا دیتا ہوں ناشتہ"۔وہ کہتے ہوئے کچن میں آگیا اور فریج سے انڈے نکالنے لگا۔صالحہ تھوک نگلے کچن کے دروازے کی چوکھٹ پر کھڑی تھی۔وہ اب انڈے تل رہا تھا اور بریڈ کو ٹرے میں سلیقے سے سجا رہا تھا۔چائے میں دودھ وہ انڈہ فرائی پین میں ڈالنے سے پہلے ہی ڈال چکا تھا۔اسے دروازے پر کھڑا دیکھ کر نا جانے کیوں وجدان کا دل چاہا کہ اس سے بات کرے۔اب وہ کسی سوال کی تلاش میں تھا۔

"آپ کے بیگز میں جتنا سامان ہے وہ آپ وارڈروب میں رکھ لے گا۔ میں نے وارڈروب میں آپ کے لیے کافی اسپیس چھوڑی ہے"۔ وجدان نے ایک نظر اسے دیکھتے ہوئے انڈہ پلیٹ میں نکالا۔

صالحہ کو اس کے بتانے پر یاد آیا کہ اس کے بیگز میں کپڑوں اور دیگر اشیاء کے سوا اس کے اہم کاغزات بھی ہیں۔ ہر سرٹیفکیٹ اور مارک شیٹس تھیں جو وہ حویلی سے کسی امید پر ساتھ لائی تھی۔

"میں اپنے اہم کاغزات جو میری تعلیم سے متعلق ہیں وہ کہاں رکھوں؟"۔ اسے سوائے اس بات کی کوئی پریشانی نہیں تھی۔ وجدان نے پلٹ کر اسے دیکھا جو اپنی تعلیمی کاغزات کے لیے پریشان ہو رہی تھی۔

"وارڈروب میں لاکر ہے آپ وہیں رکھ کر لاک لگا دے گا۔ آپ گاؤں میں کہاں تک پڑھی ہیں؟"۔ اس کا دل کیا یوں ہی سوال کرنے کا۔

www.neweramagazine.com

"بارھوی تک"۔صالحہ کے چہرے پر عجیب مسرت چھائی۔لبوں پر مبہم سی مسکراہٹ عیاں ہوئی۔وجدان کو حیرانی ہوئی۔اسے لگا وہ میٹرک پاس ہو گی یقیناً اسے پڑھنے اشتیاق تھا۔

"آگے پڑھنے کا ارادہ رکھتی ہیں؟"۔اس نے یہ سوال اس کی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔صالحہ کا جھکا چہرہ جھٹکے سے اٹھا۔آنکھوں میں بے یقینی تھی۔

"آپ پڑھائیں گے؟"۔کھلے چہرے سے اس نے بہت امید سے اس سے پوچھا۔

"اگر آپ ارادہ رکھتی ہیں تو میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ آپ پڑھیں"۔وہ دم بخود مسکراتا ہوا بولا۔

"اور جاب؟۔جاب کرنے دیں گے؟"۔وہ اپنی خواہشات بلا جھجک آگے رکھنے لگی۔وجدان الجھا۔

"پیسوں کی ضرورت تو نہیں۔۔۔میں آپ کو ہر ماہ کے آغاز میں پیسے دیا کروں گا"۔اسے لگا وہ پیسوں کی وجہ سے جاب کرنے کا کہہ رہی ہے۔

صالحہ کا چہرہ ہلکا پھیکا ہوا۔

"میں استانی بننا چاہتی ہوں"۔زیر لب کہتے ہوئے اس نے بتایا۔

"آپ کو شوق ہے؟"۔وہ اب انڈے تل چکا تھا اور ٹرے میں رکھ رہا تھا۔

"بچپن میں ڈاکٹر بننے کا شوق تھا مگر کبھی خواہش اظہار کرنے کا موقع نہ ملا۔ایسے میں شوق ہی بدل دیا۔میں استانی بننا چاہتی ہوں"۔لہجہ قدرے دھیما تھا۔

"آپ کو یونیورسٹی میں داخلہ میں کراؤں گا صالحہ میرا یقین کریں! مگر کیا آپ اسکول اور یونیورسٹی دونوں ساتھ مینج کر پائیں گی؟"۔وہ اب چائے چھان رہا تھا۔

"مم۔ ممم۔ میں سس۔ سب کرلوں گی۔۔۔ میں کرلوں گی پکا"۔ خوشی سے وہ پھولے نہ سمارہی تھی۔ بے یقینی سے وہ اچھل پڑی تھی مگر احساس ہونے پر اب حیا سے نظریں جھکا گئی تھی۔ شادی کے اگلے دن ہی اسے بہت خوبصورت تحفہ ملا تھا۔ وجدان اس کے یوں خوشی سے اچھلنے پر مسکرایا تھا۔ وہ کتنا اچھا تھا جو بنا کسی بحث کے اس کی بات مان گیا تھا۔

"ٹھیک ہے میں نے ویسے ہی دفتر سے چھٹی لی ہوئی ہے۔۔ دو تین دنوں کی چھٹی باقی ہے اور ہم اس چھٹی میں یہی کام انجام دینے والے ہیں۔ وہ مسکراتا ہوا اس کے برابر سے ٹرے لیتا ہوا نکلا۔ وہ اسے خود سے مانوس کرنا چاہتا تھا۔

"سچی؟"۔ وہ اب بھی بے یقین کھڑی تھی۔ وجدان نے اس کے انداز پر نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ اسے مسکراتے ہوئے کسی جزبے کے تحت تکتا رہا۔ صالحہ کو احساس ہوا کہ وہ بہت زیادہ ایکسائیٹڈ ہو گئی ہے۔

"جی بلکل سچ! اب آپ میری ذمہ داری ہیں"۔ نظریں چراتا ہوا وہ ناشتہ میز پر رکھتا ہوا بولا۔ صالحہ کو اس کی بات ہر نئے رشتے کا احساس ہوا۔

"پرسوں جا کر ایڈمیشن کروائیں گے اور پھر آپ کچھ ہی دنوں میں کسی اسکول میں اپلائے کر لے گا"۔ وہ اب اس کے لیے کرسی آگے کر رہا تھا۔

"لال عمارت والا اسکول"۔ اس کے منہ سے جھٹ نکلا اور وہ لب بھینچ گئی۔ وجدان اس کی بات پر مڑا۔

"کونسی لال عمارت"۔ میٹھے لہجے میں پوچھتے ہوئے اس نے باورچی خانے کی چوکھٹ پر کھڑی صالحہ کو دیکھا۔

"میں ویر کے ساتھ آئی تھی شہر کچھ ہفتوں پہلے۔۔۔ اس کی یونیورسٹی دیکھی تھی اور گزرتے ہوئے اسکول کی لال عمارت"۔ وہ آنکھیں بڑی کر کے جوش سے بتا رہی تھی۔ "میں اپنے ویر کی یونیورسٹی میں پڑھنا چاہتی ہوں اور اس بڑی لال عمارت میں استانی بن کر پڑھانا چاہتی ہوں۔ وہ لال

عمارت والا اسکول بہت بڑا تھا"۔ وہ معصومیت سے اپنی خواہشات کا اظہار کر رہی تھی۔

"کیا لال عمارت جس کے چھت پر بہت بڑا جھنڈا لگا ہے؟"۔ وہ اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے پوچھنے لگا۔ صالحہ نے تیزی سے اثبات میں سر ہلایا۔

"جی جی۔۔۔ وہ جھنڈا بہت بڑا ہے"۔ سر تیزی سے ہاں میں ہل رہا تھا۔

"جس کا دروازہ پیلا ہے؟"۔ وہ بمشکل مسکراہٹ ضبط کر رہا تھا۔

"جی۔ آپ جانتے ہیں؟"۔ اس کا جوش بڑھتا جا رہا تھا۔

"ہاں وہ ہمارے گھر کے پیچھے ہی مقیم ہے"۔ وہ کھل کر مسکراتا ہوا بولا۔ صالحہ نے آنکھیں پھاڑیں۔

"میں آپ کو کمرے کی کھڑکی سے دکھاؤں گا اور ہاں وہ واقعی بہت بڑا اسکول ہے"۔ اس نے ساتھ اسے ناشتے کی میز پر بیٹھنے کو کہا اور خود کھڑا

رہا۔صالحہ کے قدم بڑھے اور وہ آہستگی سے کرسی ہر بیٹھ گئی۔وہ اب بھی کھڑا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر وہ اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا تو یقیناً وہ ان کمفرٹیمبل محسوس کرے گی اور ناشتہ بھی مکمل نہیں کرسکے گی۔یہ میز صرف دو لوگوں کے لیے ہی تھی جس پر کبھی وجیہہ اور وجدان بیٹھتے تھے۔صالحہ نے اس کی بات پر سر یلا یا اور جھجھکتے ہوئے ناشتے کی پلیٹ میں جھکی۔وہ اسے اچھا لگا تھا۔چائے کے گھونٹ بھرتا وجدان اتنا تو جان گیا تھا کہ اسے خود سے مانوس کرنے میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔اسے خوف تھا کہ اس لڑکی کی کنچی آنکھیں وقت کے ساتھ ساتھ اس کے جینے کی وجہ نہ بن جائیں۔

---★★---

وقت کا کام ہے گزرنا اور وہ یوں ہی گزرنے لگا۔ایک دن گزرا، دو دن اور پھر پلک جھپکتے ایک ہفتہ گزر گیا۔وہ نہیں جانتا تھا کہ یونیورسٹی میں داخلہ اس کی زندگی کی بڑی خواہش ہو گی۔کوئی ذرا سی خواہش کی تکمیل ہونے پر

اس قدر خوش رہ سکتا ہے۔ جب تک اس کا داخلہ وجیہہ کی یونیورسٹی میں نہ ہوا اس کے لبوں سے مسکراہٹ جدا ہونے کا نام ہی نہ لی اور جب اسے خبر ملی کہ اس کی یونیورسٹی کا پہلا دن بہت جلد آنے والا ہے وہ خوشی سے چیخ ہی پڑی۔ وجدان نے یہ کام انجام دے کر اسے اسکول میں جاب لگوادی تھی۔ وہ اس وقت لائبریری میں کتاب پڑھنے بیٹھا تھا مگر کتاب ہاتھ میں پکڑے گزرے وقت کو سوچ رہا تھا۔ اسے یاد آیا جب وہ اسکول میں انٹرویو دے کر آئی تھی تو کتنی نروس تھی۔ اس کی نازک مخروطی انگلیاں کانپ رہی تھی اور پھر وہ کتنی ہی دیر میں سجدے میں رہی تھی۔ دعائیں مانگتے مانگتے زبان تھکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا تھا۔ اس سے اگلے ہی دن اسے اسکول سے کال آگئی تھی۔ رکتی سانسوں اور کانپتے ہاتھوں سے فون کان سے لگایا۔ اتفاق سے وجدان اس وقت گھر پر ہی تھا۔ جب صالحہ کی رنگت فق ہوتے دیکھا تو اسے لگا وہ بے ہوش ہو جائے گی۔۔۔ شاید اسکول کی مینجمنٹ اس سے مطمئن نہیں ہوئی اور یہ

سن کر ہو سکتا ہے صالحہ برداشت نہ کر پائے۔وہ لڑکھڑا کر گر نہ پڑے وہ یہ سوچ کر بھاگتا ہوا اس کی جانب آیا مگر وہ یکدم ہی خوشی سے چلا اٹھی۔پل دو پل کے لیے اسے محسوس ہوا کہ صدمے سے پاگل ہو گئی ہے مگر ایسا نہ تھا۔وہ خوشی سے چیخ رہی تھی اور چلتے پھرتے دنیا کو بتا رہی تھی کہ اس لال عمارت والے اسکول نے اسے قبول کر لیا ہے۔اب اسے استانی بننے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔ گزرتے وقت میں وجدان کو اس سے انسیت ہونے لگی۔اس نے دفتر پھر سے جوائن کر لیا تھا۔شام ہوتے ہی لوٹ آتا اور سب سے پہلے اسے ڈھونڈتا۔ہمیشہ کی طرح وہ جھجکتی اور نروس ہوتی اور وہ اس کی آنکھوں کو اپنے دل میں اتارتا واپس چلا جاتا۔یہ انداز عادت میں تبدیل ہو رہا تھا۔وہ جب بھی کہیں باہر سے آتا اس کی آنکھوں کو دل میں ضرور اتارتا اور پھر پلٹ جاتا۔ گویا یہ جینے کہ وجہ بن رہی ہوں۔کام کے سوا ان دونوں کی اور کوئی نہ بات ہوتی۔صالحہ نے آہستہ آہستہ کچن سنبھال لیا تھا مگر وجدان کی کوشش ہوتی کہ اس کی موجودگی میں صالحہ کو

زیادہ تر کچن میں نہ جانا پڑے۔اس عرصے میں وہ درشہوار کو گویا بھول ہی گیا تھا۔دفتر میں بیٹھا ہوتا تو صالحہ کے لیے یہ سوچ کر پریشان ہوتا کہ وہ گھر میں اکیلی ہے۔کوشش کرتا وقت سے پہلے گھر پہنچ جائے۔اس کی یونیورسٹی شروع ہو چکی تھی جبکہ اسکول جانے کا دن بھی قریب تھا۔پچھلی رات خوشی کے مارے اسے نیند ہی نہ آئی تھی۔رہ رہ کر آنکھ لگتی تو خود کو اسکول میں دیکھتی۔صوفے پر لیٹا وجدان روز کی طرح کروٹیں بدلتا۔۔۔اسے اب تک صوفوں کی عادت نہ ہوئی تھی۔اسے یوں دیکھ کر صالحہ کو ترس آتا اور وہ سوچتی کہ وہ کب تک یوں صوفے پر سوئے گا۔وہ اب بھی اس کے قریب آنے پر شرماتی اور نروس ہو جاتی تھی۔وہ اس دوری کو ختم کرنا چاہتی تھی مگر اظہار اس کی جانب سے چاہنے لگی۔اسے لگنے لگا کہ شاید اس نے مجبوری میں شادی کی ہے۔۔۔مگر جب وہ اس کی آنکھوں میں عجیب احساس سے جھانکتا تو صالحہ کو لگتا ایسا کچھ نہیں ہے جیسا وہ سوچتی ہے۔وہ شاید اس کا اسیر ہو رہا ہے۔بہت بار صالحہ کو محسوس ہوا جیسے وہ کچھ

کہنا چاہتا ہے۔۔۔ مگر کہہ نہیں پارہا۔الفاظ گویا حلق میں اٹک رہے ہوں۔
وہ خوش فہمی نہیں پالنا چاہتی تھی اس لیے چاہتی تھی کہ اظہار اس کی جانب سے ہو۔دن بھر چپکے چپکے اس کے آنے کا انتظار کرتی، گاڑی کے ہارن بجتے ہی وہ جیسے جی اٹھتی اور جلدی سے خود کو جان بوجھ کر کسی ایسی جگہ پر مصروف کر لیتی جہاں وجدان اسے ڈھونڈتا پھرتا آتا۔اس دورانیے میں وہ اس کی عادت جان گئی تھی۔وہ جانتی تھی کہ وہ جب بھی آئے گا اسے ڈھونڈے گا پھر پاس کھڑے ہو کر اس کی آنکھوں کو تسلی سے دیکھے گا۔وہ نظریں جھکانے کی کوشش کرے گی تو ٹھوڑی پکڑ کر چہرہ ہلکا سا اٹھائے گا اور پھر اس کی آنکھوں میں اپنا عکس دیکھے گا۔وہ دل ہی دل میں یہ جذبہ چھپائے گی کہ اس کا یوں کرنا اسے آہستہ آہستہ بھا رہا ہے۔اور وجدان؟
وجدان کوئی بھی بات سہہ سکتا ہے سوائے اس کے کہ صالحہ اس کے گھر آنے پر اسے نہ ملے۔۔۔اس کی پہلی خواہش باہر سے آکر اسے دیکھنا بن گئی۔گھر کے کسی بھی حصے میں وہ چھپی ہو مگر وہ اسے پندرہ سیکنڈ میں ڈھونڈ

نکالتا۔ایک ہفتہ اور گزر گیا تھا اور کل صالحہ کا اسکول میں پہلا دن تھا۔ایک دن پہلے وجدان شہر کے اچھے بڑے مال سے اس کو ضرورت کا سامان دلا کر لایا تھا۔پرفیومز، دو تین چادریں، کوٹ اور موبائل سمیت بہت سی ایسی چیزیں جسے دیکھ کر وہ پھولے نہ سما رہی تھی۔اس نے دل سے اس کا شکریہ ادا کیا تھا جس پر اس نے ہلکی سی گھوری دیکھ کر اسے اپنی ذمہ داری کہا تھا اور بس اس کا یہ انداز بھی صالحہ کو بھا گیا تھا۔وہ نگاہیں جھکا گئی تھی۔اگلے دن اس کا اسکول تھا اور اس کا شدت سے دل چاہ رہا تھا کہ حویلی کی عورتوں کو اور افشاں کو چیخ چیخ کر بتائے کہ اس کی دلی مراد پوری ہو گئی ہے۔افشاں کی یاد آنے لگی تو چہرے پر اداسی پھیل گیا۔وجدان کا دل حلق میں آ گیا۔وہ کھوجتا رہا کہ وہ کیوں پریشان ہے۔آخر جب رہا نہ گیا تو رات کے کھانے کی میز پر ہچکچاتا بول اٹھا۔صالحہ خاموش رہنا چاہتی تھی مگر کب تک ؟۔وجدان کو زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا تھا۔۔۔صالحہ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو بہنے لگے اور یہاں وجدان کے منہ سے حلق میں جاتا نوالہ اٹک گیا۔اس نے

کھانے سے ہاتھ کھینچے اور اس کا ہاتھ اس کی آنکھوں سے دور کیا جو آنکھوں کو بے دردی سے رگڑ رہی تھی۔ یہاں وجدان نے وجہ پوچھی اور یہاں اس نے روتے روتے سب حال سنا دیا۔ اس کی داستان پر محض وہ مسکرا دیا تھا۔ جیب سے موبائل نکالا اور اس کے آگے کر دیا۔ وہ نہیں جانتا کہ کب تک وہ وجیہہ کے موبائل پر کال کر کے افشاں کو اپنا حال سناتی رہی۔ شمیلہ چچی سے بات ہوئی تو وہ بہت خوش تھیں۔ طلعت نے شمیلہ کے اسرار پر قرآن کا ترجمہ پڑھنے اور سمجھنے کی ہامی بھری تھی۔ وہ کوشش جو شمیلہ چچی اپنی جوانی سے کر رہی تھیں وہ اب رنگ لا رہی تھی۔ کبیر بٹ اپنی دھی کے لیے تڑپتے تھے۔ ایسے میں داجی کے خلاف کبیر کے دل میں بغاوت جنم لے رہی تھی۔ وہ اندر ہی اندر کڑھتے رہتے۔ یہ لاوا بہت جلد پھٹ جائے گا طلعت کو یقین تھا۔ سمیعہ تائی اب حویلی والوں سے اکتائی اکتائی گھومتی تھیں۔ رفاہ کو دیکھ کر کبھی کبھی غصہ جنم لیتا تو نماز کے لیے کھڑی ہو جاتیں۔ شرجیل کے دل میں رفاہ کے لیے بڑھتی الفت حویلی میں سب

کو نظر آنے لگی۔ داجی کو محسوس ہوا کہ شر جیل جلد از جلد بغاوت کر جائے گا۔ سمیعہ تائی نے پچھلے دنوں رفاہ پر چیخنے کی کوشش کی تھی مگر شر جیل آڑے آگیا تھا اور صاف کہہ گیا تھا کہ اس کی بیوی کو سنانے اور مارنے کا حق کسی کو حاصل نہیں۔ وہ تائی کا دکھ سمجھتا تھا اس لیے یہ بھی سمجھا گیا کہ اس میں رفاہ کا نہیں بلکہ قاتل کا قصور ہے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ تائی اتنی جلدی اس کی بات سمجھنے کی کوشش کریں گی۔ وہ سمجھ تو رہی تھیں مگر وقت ان کے لبوں کو خاموش اور خواہشوں کو معدوم کرتا جا رہا تھا۔ اب زیادہ تر وہ خاموش رہتیں۔ صالحہ کی شادی پر جو ارمان انہوں نے بیٹے کو سوچ کر نکالنے تھے وہ بیٹا نہیں رہا تھا اور وہ کسی اور کی ہو گئی تھی۔ شمیلہ چچی جب افشاں کے پاس گئیں تو افشاں انہیں یک ٹک تکنے لگی۔ وہ سمجھ نہ سکیں اور کھانا پیش کیا، دوسرے کپڑے نکالے اور محبت سے اسے دیکھا۔ مگر وہ اب بھی انہیں تک رہی تھی۔۔۔ پوچھنے پر اس نے بمشکل ایک کاغذ پر کچھ لکھ کر آگے بڑھایا تو اس کو پڑھ کر شمیلہ کہ سٹی گم ہو گئی۔ بڑے بڑے

الفاظوں میں بشارت حسین لکھا تھا۔انہوں تھوک نگلا تو افشاں نے اشارے سے پوچھا کہ آپ جانتی تھیں وہ دشمنِ جاں اسی گھر میں ہے پھر بھی مجھے خبر نہ دی؟۔اس کی بات سمجھ آنے پر وہ آنسوؤں سے رودی اور اسے بتایا کہ وہ ہی شاہ جی ہے جس کا ذکر صالحہ اپنی باتوں میں کیا کرتی تھی۔ یہاں شاہ جی کو اسے محرم بنانے کی تڑپ بڑھ گئی۔دل میں اتنے سالوں کا غبار تھا جو نکلنے کو تیار تھا مگر وہ خود کو دبا رہے تھے۔اپنے لیے نہیں بلکہ اس لڑکی کے لیے جس کی آنکھیں کانچ کی مانند محسوس ہوتی تھیں۔دا جی کے لیے دل میں بڑھتی نفرت وقت کے ساتھ پورے دل پر قبضہ کر رہی تھیں، مگر وہ بہت جلد ہی بات حویلی میں کھولنے والے تھے۔حیدر اور وجیہہ دو دن بعد ہی حویلی آ گئے تھے۔شمیلہ نے اسے افشاں سے بھی ملوایا تھا اور وجیہہ کو افشاں سے مل کر ان پر صالحہ کا گمان ہوا۔بھائی کی یاد نے اس کے دل کو ہولا رکھا تھا۔دن میں ایک دفعہ سہی مگر وہ وجدان سے بات ضرور کیا کرتی تھی۔رفاہ کو اپنی تنہائی کا دوست تو نہ مل سکا مگر وجیہہ سے

ہلکی پھلکی دوستی ہو گئی۔وہ اب بھی کوارٹر میں رہتی تھی اور شرجیل جلد اسے اپنے کمرے میں شفٹ کرنے ارادہ رکھتا تھا۔حیدر کو صالحہ کی بے رخی اندر سے کھائی جارہی تھی۔اسے افسوس تھا اور یہ ساری عمر رہنے والا تھا۔وہ شہر جاکر اس سے ملنا چاہتا تھا اور عنقریب ہی یونیورسٹی کے سلسلے میں وہ جلد اس سے ملنے والا تھا۔وجیہہ کی روٹین پہلے سے یکدم بدل چکی تھی۔وہ لڑکی جو بارہ بجے تک سونے کی عادی تھی اب اسے صبح سات بجے اٹھادیا جاتا تھا۔جس نے گھر کے برتنوں کو ہاتھ نہ لگایا ہو وہ اب بڑی بڑی پتیلیوں میں رات کے کھانے پر کھیر بناتی تھی۔اس سب نے اسے وجدان اور اس کی محبت یاد دلادی تھی۔ایسا نہیں تھا کہ وہ کام کرنے سے اکتاتی تھی یا پھر تھک کر چور ہو جاتی تھی، مگر بھائی کی یاد فطری تھی۔اتوار کی رات شرجیل اپنے ٹیرس پر کھڑا تھا جب اس نے درخت کے نیچے کھڑے شاہ جی کو افشاں کے کمرے کی طرف تکتے دیکھا تو ان پر بے جا ترس آیا۔وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اب خاموش نہیں رہے گا۔وہ شاہ جی کو ان کی محبت

دلائے گا۔۔۔ مگر وہ یہ سب فوراً نہیں کرے گا۔ وہ پلان کر رہا تھا کہ کب کیسے حالات پیدا ہونے چاہیئے۔ جس دن وہ رفاہ کو اپنے کمرے میں لانے کا اعلان کرے گا تب شاہ جی اور افشاں کی داستان کھول دے گا۔ تمام راز سے پردہ اٹھا دے گا اور شاہ جی کی طرف سے ان کا رشتہ دا جی کی بیٹی کے لیے مانگے گا۔ کیوں وادی عشق کے مسافر اپنے محبوب کو اپنا بنا نہیں پاتے؟۔ وہ ایک ساتھ سب کی رنجشیں ختم کر دے گا اسے یقین تھا۔ عنقریب وہ دن آنے والا تھا۔۔۔

---★★---

پانچ بجنے لگے تھے جب اس کی آنکھ کھلی۔ بڑھ کر موبائل پر وقت دیکھا تو اٹھ بیٹھی۔ آسمان گہرا نیلا ہو رہا تھا۔ یونیورسٹی اس کی شروع ہوئے دو دن ہو چکے تھے مگر اسکول میں آج پہلا دن تھا۔ یونیورسٹی کی ایوننگ شفٹ تھی تاکہ وہ صبح اسکول آرام سے جا سکے۔ اس نے نماز پڑھ کر بالوں کو جوڑا باندھا۔ حسبِ معمول صوفے پر آڑے ترچھے لیٹے وجدان کا لحاف ترتیب

دیا اور نیچے چلی آئی۔اس نے گزرے ہوئے دنوں میں لاؤنج میں بہت تبدیلی کر دی تھی۔جب وہ گھر میں تنہا ہوتی تھی تو گھر کو سنوارنے کے بارے میں سوچا کرتی تھی۔اپنے ڈوپٹے کو کمر سے باندھ کر فریج میں سے گوندھا آٹا نکالنے لگی۔اکثر ایسے کام جو اسے کرنے میں پریشانی ہوتی تھی وہ ایک دن پہلے رات میں کر لیا کرتی۔اس ایک ہفتے نے اسے اتنا مصروف کر دیا تھا اور اسی ایک ہفتے میں اسے اس گھر سے انسیت ہونے لگی تھی۔اس نے سوچا تھا وہ حویلی جانے کی بات وجدان سے ضرور کرے گی۔ گزرتے وقت کے ساتھ افشاں کی یاد دماغ پر حاوی ہو رہی تھی۔ کبھی اس کے بغیر ایک پل گزارنے کا سوچا نہ تھا اور آج اتنا وقت گزار چکی تھی۔اس نے روٹی بیل کر توے پر ڈالی اور چائے کا پانی چڑھانے لگی۔وہ آج اتنی خوش تھی اس بات کا اندازہ اس کا کھلتا چہرہ بتا رہا تھا۔پانی چڑھا کر اس نے توے پر روٹی پلٹی اور دوسری روٹی بیلنے لگی۔اس نے وقت دیکھا تو ساڑھے پانچ ہو رہے تھے۔ہاتھوں میں تیزی آئی اور جلدی جلدی روٹیاں بنا کر ہاٹ

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

پاٹ پر رکھیں اور انڈہ تل کر باہر آگئی۔اسے آٹھ بجے تک اسکول کے لیے نکلنا تھا۔ تھوڑی دیر لاؤنج میں بیٹھ کر وہ وجدان کو اٹھانے کمرے میں چلی آئی۔ گہری نیند میں سوتا وجدان دنیا سے بیگانہ تھا۔ آنکھیں گھنے بالوں میں چھپی ہوئی تھیں۔ایک نظر اسے دیکھ کر وہ کپڑے نکالتی واش روم میں چلی گئی۔پرندوں کی چہچہاہٹ وقت کے ساتھ بڑھتی جارہی تھیں۔وہ شاور لے کر آئی تو وجدان اسے اب بھی سوتا ہی ملا۔ گزری ہوئی رات کو وہ بہت دیر تک باہر ہی رہے تھے۔شاپنگ کرتے ہوئے گویا وقت کا اندازہ ہی نہ ہو سکا۔اس نے بالوں کو تولیہ سے جھٹکا اور خود کو شال میں ڈھانپ کر کھڑکی کی جانب آئی۔ وہ اسے کیسے نیند سے اٹھائے؟ حیا آڑے آرہی تھی اور اس کی دل کی دھڑکنیں بہت تیزی سے چل رہی تھیں۔اس سب کا حل صرف ایک ہی تھا۔۔۔اس نے کھڑکی کے دونوں پردے کھینچ کر کنارے کیے۔ تیز آواز کے ساتھ وہ پردے سامنے سے ہٹے اور ہلکی ہلکی روشنی وجدان کے منہ پر پڑی۔ صالحہ نے ساتھ کمرے کے بلب جلادیے۔

جب دیکھا اس سوتے شخص کو اب بھی فرق نہیں پڑا تو کمرے میں لگے دو چھوٹے فانوس بھی جلا دیے. بالآخر وجدان کی آنکھیں چندھیائیں اور وہ وہ آنکھیں مسلتا اپنی نیند میں خلل پیدا کرنے والے کو دیکھنے لگا۔ وہ نکھری نکھری گیلے بالوں میں شال تھامی وہیں کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔ وجدان نے بڑھ کر اپنا موبائل اٹھایا اور اس میں وقت دیکھا۔ چھ کا ہندسہ دیکھ کر اسے صالحہ کی دماغی حالت پر شک ہوا۔ اتنی صبح اٹھانے کی کیا تک تھی بھلا؟۔ اب وہ بھلا اسے کیسے پوچھے کہ اسے اتنی جلدی کیوں اٹھانے کی کوشش کی؟۔

"ابھی تو چھ بھی نہیں بجے اس لیے سو جاتا ہوں"۔ خود سے زور سے کہتا تاکہ صالحہ سن سکے پھر سے لیٹ گیا۔ صالحہ کے ماتھے پر بل آئے۔ وہ صوفے کے برابر کھڑے سنگھار میز کی جانب آئی اور برش بالوں میں پھیرنے لگی۔ گیلی بالوں میں برش تیزی سے چل رہا تھا اور اس میں سے گرتیں پانی کی بوندیں صوفے پر لیٹے وجدان کو تنگ کرنے لگیں۔ وہ جھٹکے

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سے اٹھ بیٹھا اور پلٹ کر اسے دیکھنے لگا۔ارد گرد سے بے نیاز صالحہ بال سلجھانے میں مصروف تھی۔اس نے گہری سانس لی اور تکیہ اٹھا کر صوفے کے دوسری سائیڈ پر رکھا اور لیٹ گیا۔اوپر جلتے بلب نے اس کا سونا محال کر دیا۔وجدان کا دل چاہا پھوٹ پھوٹ کر رو دے۔باخدا وہ اتنا بے بس زندگی میں پہلی بار ہوا تھا۔

"کیا کمرے کی لائٹ بند نہیں ہو سکتی؟"۔گھٹی گھٹی آواز میں اس نے بمشکل صالحہ سے پوچھا۔صالحہ نے اسے دیکھا اور نگاہیں جھکا لیں۔

"اب تو جاگنے کا وقت ہے۔۔۔"مدھم آواز میں اس نے وجدان کو دیکھے بغیر کہا۔وجدان یہ سوچ کر تڑپ اٹھا کہ صبح چھ بجے کونسا جاگنے کا وقت ہوتا ہے؟۔

"یعنی؟"۔

"یعنی آپ اٹھ جائیں۔میں نے ناشتہ بھی بنا دیا ہے۔۔۔ "

وجدان نے گویا آنکھیں پھاڑیں۔یہ اسے چھ بجے اٹھنے کا کہہ رہی تھی؟۔ اور ناشتہ کون بناتا اتنی صبح؟۔وہ حیرانی سے سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔اف کیا لڑکی تھی۔بلآخر آنکھیں مسلتا اٹھ کھڑا ہوا۔نیند سے آنکھیں بار بار بند ہو رہی تھیں۔اپنے آپ کو گھسیٹتا ادھ کھلی آنکھوں سے واش روم کی جانب وہ قدم بڑھا رہا تھا۔اسے سامنے بال بناتی صالحہ نظر نہ آئی اور وہ نیند میں ہی اس کے پیر پر چڑھ گیا۔صالحہ کی تکلیف سے ہلکی چیخ نکلی اور آنکھیں گیلی ہو گئیں۔

"سس۔سوری۔۔وہ نن۔نیند میں تھا میں"۔ہڑ بڑا کر اس سے دور ہوا تھا اور معذرت کی تھی۔صالحہ نے اثبات میں سر ہلا کر تکلیف سے پاؤں سیدھا کیا۔وجدان کو اس کے لیے برا لگا۔اس نے وارڈروب سے کپڑے نکالے اور فریش ہو آیا۔منہ پر پانی مارا تھا تو ہی اسے اپنی کی گئی حرکت سمجھ آئی تھی اس لیے بھاگا بھاگا باہر آیا اور بستر پر بیٹھی اپنا پاؤں تکلیف سے دیکھتی صالحہ کو دیکھنے لگا۔

"بہت زور سے تو نہیں لگی؟"۔وجدان نے زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے اس کا پاؤں پکڑتے ہوئے پوچھا۔صالحہ نے اسے دیکھا جو اس کے پاؤں کو دیکھ رہا تھا اور ایک گھوری سے نوازا۔اس کا دل چاہا اسے کچا چبا جائے جو اپنا پورا وزن لے کر اس کے پاؤں پر چڑھ گیا تھا اور اب پوچھ رہا تھا کہ بہت زور سے تو نہیں لگی؟۔وجدان نے اس کا جواب نہ پا کر نظریں اٹھائیں تو صالحہ نے نظریں جھکا لیں۔اس نے دل ہی دل میں سوچا کہ وہ اپنی آنکھوں کو اس کے دیکھنے پر جھکا کیوں لیتی ہے۔

"جواب نہیں مل پایا مجھے"۔لہجہ قدرے ٹھہرا ہوا تھا۔وجدان نے اس کا پیر ہلکا سا موڑا جس سے صالحہ کو تکلیف ہوئی اور اس نے اپنے ناخن اس کی گردن پر چیخ کر گڑا دیے۔وہ اس ظلم پر درد کے باعث پوری قوت سے چیخ اٹھا۔صالحہ سہم کر پیچھے ہوئی اور بستر کی پشت سے لگ گئی۔اپنی گردن کو تکلیف کے باعث وہ تیزی سے مسل رہا تھا۔اس کا وہ حصہ لال ہو چکا جہاں صالحہ نے ناخن گڑائے تھے۔لگتا تھا آج کا دن ہی برا تھا۔

"معافی چاہتی ہوں۔آپ نے میرا پاؤں موڑا تو تکلیف سے مجھے کچھ سمجھ ہی نہ آیا اور۔۔۔"اس نے خوف سے بات ہی ادھوری چھوڑ دی۔وجدان نے ڈری سہمی صالحہ کو دیکھا تو موم ہو گیا۔

"نہیں کوئی بات نہیں۔میں بھی تو آپ کے پاؤں پر چڑھ گیا تھا"۔وہ بے چارگی سے کہتا اس کا پاؤں دیکھنے لگا۔

"میرا پاؤں مت موڑیے گا"۔صالحہ نے جلدی سے کہا۔وجدان نے سر جھٹکا۔

"ہاں اب تو غلطی سے بھی نہیں موڑوں گا۔۔۔میرے باپ ہی توبہ جو اب ایسی کوئی حرکت کی"۔لاحولا کا ورد کرتا وہ اس کا پاؤں چیک کرنے لگا۔

"تکلیف کم ہو گئی ہے"۔صالحہ نے مدھم آواز میں بتایا اور پاؤں پیچھے کرنے لگی۔

"ہاں اب تو کم ہی ہونی ہے"۔ وہ خود سے کہتا اپنی گردن پر ہاتھ رکھتا اٹھ کھڑا ہوا۔ "چلیں یہ تو اچھا ہوا"۔

صالحہ نے نگاہیں جھکا لیں۔

"ناشتہ بن گیا کیا؟"۔ سنگھار میز کے آئینے میں خود کو بے بسی دیکھتے ہوئے وہ بہت آہستگی سے پوچھ رہا تھا۔

"جی"۔ وہ بستر سے اٹھ کر چپل پہنتی نیچے چلی گئی۔ اب نہ تو وہ کسی فیری ٹیل کی شہزادی تھی جو اتنی سی تکلیف پر رو رو کر اپنے شہزادے کو ہلکان کر دیتی اور شہزادے اس کے پاؤں میں مرہم لگا کر ایک ہفتہ اسے بستر سے نہ اتارتا اور نہ وجدان کسی اپنی ریاست کا شہزادہ تھا جس کی گردن پر خروچ آنے پر شہزادی روتے ہوئے اسے مرہم لگاتی۔

دونوں ہی اپنی تکلیف اور زخم کو یکدم بھول گئے تھے۔

---★★---

حسبِ معمول سب ہی عورتیں چھ بجے کے درمیان لاؤنج میں بیٹھی تھیں۔کچھ تسبیح پڑھ رہی تھیں کچھ چائے پی رہی تھیں۔

"یہ لیں تائی"۔رفاہ نے آگے بڑھا کر سمیعہ کو پیالی دی جسے انہوں نے پھیکا سا مسکرا کر تھام لی۔انہیں افسوس تھا اپنے ہر اٹھائے گئے قدم پر۔۔۔

"میں نے کل قرآن پڑھا"۔کچھ دیر خاموشی کے بعد طلعت نے شمیلہ کو دیکھ کر بتایا۔چہرے پر مبہم سی مسکراہٹ تھی۔شمیلہ کی آنکھوں سے خوشی چھلکنے لگی۔

"اور جب میں نے اللہ کا کلام کھولا اور پڑھنا چاہا تو مجھے یاد آیا کہ آخری بار قرآن میں نے انیس سال کی عمر میں پڑھا تھا۔لفظوں کو پڑھنے کی کوشش کرنے لگی مگر۔۔۔ مگر ادا نہ ہو پائے۔ایسی صورت میں سوائے اس کے کہ میں کلام پاک بھول چکی ہوں اور کچھ نہ یاد آیا۔میں نے ترجمہ پڑھا شمیلہ اور۔۔۔بس۔۔۔پڑھتی ہی چلی گئی۔ہم دین سے کتنا دور ہوئے بیٹھے ہیں

اندازہ ہوگیا ہے آج!"۔انہوں نے اپنا سر پکڑا تھا۔شمیلہ نے انہیں دکھ سے دیکھا۔

"تم تو اللہ سے بہت قریب ہو نا شمیلہ؟۔تم مجھے سکھاؤ گی عربی؟"۔انہوں نے بہت امید سے شمیلہ کی جانب دیکھا جنہوں نے اثبات میں مسکرا کر سر ہلایا تھا۔

"آپ لوگ جاگ گئے؟"۔وجیہہ مسکرا کر رفاہ کے برابر میں بیٹھی تو سمیعہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"تم کب اٹھی؟"۔

"ابھی کچھ وقت ہی ہوا ہے تائی"۔وہ ہر وقت لبوں پر مسکراہٹ سجائے رکھتی تھی۔

"اور حیدر؟"۔طلعت نے تسبیح گھماتے ہوئے پوچھا۔

"آتے ہی ہوں گے"۔

رفاہ نے وجیہہ کو چائے پکڑائی۔

"آج میں بہت خوش ہوں"۔ طلعت کو کچھ یاد آیا تو وہ بول پڑیں۔

"کیوں بھئی؟"۔ شمیلہ نے الجھ کر پوچھا۔

"یاد نہیں؟ صالحہ کو آج استانی کا شرف حاصل ہونے والا ہے"۔ ان کی یاد دہانی پر سب نے ہاں میں ہاں ملائی۔

"ارے میں کیسے بھول سکتی ہوں؟"۔ شمیلہ نے ماتھے پر ہاتھ مارا۔ وجیہہ مسکرائی۔ اسے اپنے بھائی پر ناز تھا۔۔۔ مگر کہیں نہ کہیں دل میں احساس شرمندگی بھی تھی کہ کیا پتا وہ یہ سب اپنا دل مار کر کر رہا ہو۔

"وجیہہ؟ تمہارے پاس موبائل ہے نا؟۔ تم بات کروا دینا ہماری صالحہ سے۔۔۔ مگر شام میں! کیونکہ وہ تو ابھی اسکول کے لیے نکلنے والی ہو گی۔۔۔"۔ سمیعہ تائی کی آنکھوں کی چمک واضح تھی۔

"جی تائی کیوں نہیں"۔ وجیہہ عاجزی سے بولی۔

"وہ کہہ رہی تھی کہ وہ کسی لال عمارت والے اسکول کی استانی بننے جارہی ہے۔ کہنے لگی اماں وہ عمارت شہر کے سب سے بڑی اسکول کی عمارت ہے اور بہت خوبصورت ہے"۔ طلعت بہت ذوق سے بتارہی تھیں۔"اس نے بتایا تھا کہ حیدر کے ساتھ جب وہ شہر گئی تھی تب وہ عمارت دیکھی تھی۔ مجھے بہت خوشی ہے کہ وجدان ہماری امیدوں سے بھی اچھا نکلا ہے"۔ طلعت اپنی دھی کے لیے خوش تھیں۔ وجیہہ اپنی بھائی کی تعریف پر کھل کر مسکرائی۔ اسے یکدم وجدان کی یاد آئی تھی مگر یہ سوچ کر خود کو تسلی دی کہ اس ہفتے وہ اپنی یونیورسٹی کے سلسلے میں شہر جانے والی تھی۔ پیچھے سے لاؤنج میں آتے حیدر کی رنگت لال عمارت کا سن کر فق ہوگئی تھی۔ اسے صالحہ کا لال عمارت کو تکنا یاد آیا۔ وہ اپنے خوابوں کو آہستہ آہستہ پورا کررہی تھی جیسے اس نے حیدر کی یونیورسٹی میں داخلے کے خواب کو پورا کیا تھا۔

"کیا وہ لال عمارت والے اسکول میں استانی بن رہی ہے؟"۔اس کی آنکھوں میں خوشی کے ساتھ ساتھ حیرت بھی تھی۔

"ہاں تم نے تو دیکھا ہو گا"۔سمیعہ نے ٹرے میں سے بسکٹ اٹھا کر منہ میں ڈالا۔

"ہاں وہ اسکول وجیہہ کے گھر کے پیچھے ہی تو ہے۔بہت بڑا اسکول ہے اور سامنے سے دیکھنے میں تو گویا ایسا ہے کہ کسی اسکول ختم کیے بچے کو بھی واپس اسکول میں داخلہ لینے کا دل چاہے گا"۔وہ پوری آنکھیں کھولے گویا جیسے راز کی بات بتا رہا تھا۔"مجھے واقعی بہت زیادہ خوشی ہے"۔حیدر نے وجیہہ کے پیچھے صوفے کی پشت پر ہاتھ پھیلائے۔

"ہائے اللہ میری دھی جیسی زندگی گزارنا چاہتی تھی ویسے ہی گزار رہی ہے۔وجیہہ تیرا بھائی بہت اچھا ہے۔۔۔بھلا ایسا کون کرتا ہے؟۔شکر ہے وہ حویلی سے نکل گئی۔۔۔اگر مجھے پتا ہوتا نا تو اسے مسکراتے ہوئے رخصت کرتی کیونکہ مجھے علم ہوتا کہ اس کی بعد کی زندگی پہلی والی زندگی

سے لاکھ درجے بہتر ہے"۔طلعت کا ہاتھ بار بار دعا کو اٹھ رہا تھا۔"اللہ اسے سدا سہاگن رکھے۔۔۔"۔انہوں دعا مانگ کر دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرے تو سب نے گاہے بگاہے دلوں میں آمین کہا تھا۔

---★★---

"یہ انڈہ تو ٹھنڈا ہو گیا ہے؟"۔اس بات سے انجان کہ وہ سن چکی ہے وہ خود پر بڑبڑایا تھا۔

"آپ کا انڈہ تل دیتی ہوں"۔صالحہ نے دھیمی آواز میں کہا اور کچن میں پلٹنے لگی۔وجدان کو بے جا شرمندگی محسوس ہوئی۔وہ سوچنے لگا کہ اس نے اتنی صبح کچن میں کھڑے ہو کر محنت سے ناشتہ بنایا ہے اور وہ یوں ہی بڑبڑا اٹھا۔

"نن۔نہیں میں یہ ہی کھالیتا ہوں"۔وہ جھینپ کر کہتا ہوا پراٹھے کا ٹکڑا توڑنے لگا۔

"مگر یہ انڈہ آپ کا تو نہیں"۔صالحہ نے آج اسے شرمندہ کرنے کی گویا قسم کھائی ہوئی تھی۔وجدان نے حیرت سے پلٹ کر اسے دیکھا تو صالحہ نے نگاہیں جھکا لیں۔

"تو یہ کس کا ہے؟"۔وہ ہر ممکنا کوشش کر رہا تھا کہ اس بار اسے شرمندگی نہ اٹھانے پڑے۔

"یہ تو میرا ہے۔۔میں انڈہ ٹھنڈا کر کے کھاتی ہوں اس لیے پہلے ہی اپنا تل لیا"۔صالحہ نے اطلاع دی۔وجدان ایک بار پھر بے جا شرمندہ ہوا۔اب کی بار اس کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔

"میں آپ کے اٹھنے کا انتظار کر رہی تھی تا کہ انڈہ تل سکوں"۔وہ کہتی کچن میں چلی گئی جہاں اس نے پہلے ہی فرائی پین گرم کرنے رکھا ہوا تھا۔وہاں انڈہ تلا جا رہا تھا اور یہاں وجدان کا دل۔۔۔

"ایک تو اتنی صبح چھ بجے اٹھا دیا اس پر سے اتنا شرمندہ کروا دیا"۔وہ دونوں ہاتھوں کو چہرے پر رکھ کر رہ کے خود کو بھی کوس رہا تھا۔

"یہ لیں"۔ صالحہ نے پلیٹ اس کے آگے رکھی اور سامنے والی کرسی کو پیچھے کر کے بیٹھ گئی۔ وجدان کی نگاہ اس پر پڑی تو اس کے گیلے بال دیکھ کر رک گیا۔

"آپ نے شاور لیا ہے؟"۔ اس نے اب نوٹس کیا تھا۔

"جی"۔ صالحہ جھکی نگاہیں اٹھا کر بولی۔

"پانی تو ٹھنڈا تھا؟"۔ وہ اسے ماتھے پر بل ڈالے غور سے دیکھ رہا تھا۔

"جی میں نے ٹھنڈے پانی سے ہی شاور لے لیا تھا"۔ اس نے کہتے ہوئے لقمہ منہ میں ڈالا۔

"اتنی سخت سردی میں آپ ٹھنڈے پانی سے نہائیں؟"۔ اس کا لہجہ سخت نہ تھا مگر وہ پریشان ہو گیا تھا۔ صالحہ کا دل زور سے دھڑکا۔

"جج۔ جی"۔

"کیوں؟ اتنی صبح سخت سردی میں بال واش کیے ہیں آپ نے اور پھر پورے گھر میں بنا بال سکھائے آرام سے گھوم رہی ہیں۔ کیا بیماری کو دعوت دینے کا ارادہ ہے؟"۔اس کے تیور نا چاہتے ہوئے بھی چڑھ گئے تھے۔ صالحہ کی جیسے سانسیں رک گئی ہوں۔اس کی پلکیں تک کانپ رہی تھیں۔

"بال سکھایئے جا کر"۔آواز میں اب سختی نہ تھی۔ہاں مگر یہ حکم تھا جسے صالحہ سن کر گڑبڑا گئی تھی۔

"میں نے تولیہ سے بال جھٹکے ہیں"۔اس نے صفائی پیش کی۔

"ہیئر ڈرائیر کا استعمال کریں"۔وہ چھوٹے چھوٹے لقمے لیتا ہوا بولا۔ صالحہ نے نا سمجھنے والے تاثرات سے اسے دیکھا۔وہ پانی حلق میں اتار تا رک گیا۔

"ہم نے کل ایک مشین خریدی تھی بالوں کے لیے"۔اس نے صالحہ کو یاد دلانا چاہا مگر وہ ویسے ہی الجھی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔وہ اب بھی نہ سمجھی تھی۔وجدان اٹھ کر اس کے قریب آیا۔

"آئیں میرے ساتھ اوپر"۔ہاتھ کے اشارے سے پیچھے آنے کا کہتا زینوں کی جانب بڑھ گیا۔وہ ناشتے کو پلیٹ سے ڈھانپتی اس کے پیچھے پیچھے بڑھنے لگی۔وجدان نے وارڈروب میں سے ہیئر ڈرائیر نکالا اور سوئچ بورڈ پر لگا کر بٹن دبایا۔ایک آواز کے ساتھ گرم ہوا اس میں سے نکلی جو صالحہ کو یکدم ڈرا گئی۔اس کے تاثرات بہت عجیب سے تھے۔اسے وجدان کی ذہنی حالت پر شک ہوا۔۔۔بھلا ایسی مشین اس کے بالوں کو جلد کیسے سکھا سکتی ہے؟۔

"ادھر آیئے صالحہ"۔اس نے مشین سیٹ کرتے ہوئے صالحہ کو پکارا تو سہمتے ڈرتے وہ اس کے قریب آئی۔وجدان نے اس کے سر سے ڈوپٹہ گرایا۔اس کی اس حرکت پر صالحہ نے زور سے آنکھیں میچ لیں۔اسے

اندیشہ تھا کہ کہیں وجدان اس کے لمبے گھنے بال نہ کاٹ دے۔ وجدان نے ڈرائیر اس کے بالوں کی سمت کیا اور ساتھ ساتھ اس کے بالوں کو بھی ہاتھ سے ہلانے لگا۔ بال اس قدر گھنے تھے کہ وجدان کے قابو میں نہیں آرہے تھے۔ وہ بمشکل انہیں قابو کرتا بال ڈرائے کرنے لگا۔ صالحہ دل میں ورد کرتی دعا کر رہی تھی کہ وہ اس کے بال نہ کاٹ دے۔

"یہ بال۔۔۔" وہ گویا اس کے بالوں کو دیکھ کر حیران تھا۔ بال اتنے گھنے اور خوبصورت تھے کہ ان پر سے نگاہ ہٹانا اس کے لیے محال ہو رہا تھا۔

"بہت خوبصورت ہیں آپ کے بال"۔ وہ انہیں دیکھنے میں محو سے محو تر ہونے لگا۔

"کیا ڈرائی ہو گئے ہیں بال؟"۔ وہ ڈرتے ڈرتے پوچھنے لگی۔ وجدان کے دیکھنے کا تسلسل ٹوٹا اور تیزی سے اثبات سر ہلانے لگا۔

"ہاں بال گھنے ہیں تو وقت لگا تھوڑا"۔ وہ دور ہٹ کر تار لپیٹنے لگا۔ صالحہ نے سر پر ڈوپٹہ پہن لیا۔ گھڑی پر نظر پڑی تو سات بج رہے تھے۔

"میں تیار ہونے جارہی ہوں۔آپ اپنا ناشتہ مکمل کرلیں جب تک"۔وہ وارڈروب کی جانب بھاگی۔

وجدان نے وقت دیکھا تو گہری سانس لے کر رہ گیا۔

"ابھی وقت ہے صالحہ۔۔۔ناشتہ کرلیں آپ"۔وہ اس کے پیچھے سے ہی وارڈروب میں مشین رکھتا دور ہوا۔

"میں اسکول میں کرلوں گی"۔وہ ہڑبڑی میں کہتی جلدی سے اپنے وہ کپڑے نکالنے لگی جو وجدان نے اسے کل دلائے تھے۔

"مجھے لگا تھا آپ اچھی لڑکی ہوں گی"۔وہ بے چارگی سے سر ہلاتا مڑنے لگا۔اس کے جملے پر وہ تڑپ کر رہ گئی۔

"میں اچھی لڑکی ہوں"۔وہ جیسے اسے یقین دلا رہی تھی۔وجدان پلٹا اور اس کی پریشان کنچی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

"دستر خوان بھرا ہوا تھا اس لیے آپ لاپرواہی میں ناشتہ چھوڑ رہی ہیں۔ اگر میز ہر لوازمات سے خالی ہوتی تو آپ رزق کا ایک ذرہ بھی ضائع نہ کرتیں"۔ وہ بات بہت گہری کر گیا تھا۔

"مطلب؟"۔ وہ سمجھ نہ سکی۔

"مطلب یہ کہ اللہ کا دیا رزق چھوڑ کر جا رہی ہیں۔ رزق کو انتظار کروانا بھی منع ہے۔ ہم مجبوری میں اوپر آئے تھے"۔ وہ جیسے بچوں کی طرح اسے سمجھا رہا تھا۔

"ہاں آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ اسی رزق کے لیے تو آپ اتنی محنت کرتے ہیں"۔ وہ جلد ہی بات کو سمجھ گئی تھی اور اب اپنے آپ کو کوس رہی تھی۔ "پھر مجھے جلدی کھانا کھالینا چاہیئے کیونکہ وقت کم رہ گیا ہے"۔ وہ کہتی دروازے کی جانب بڑھ گئی اور وجدان پیچھے مسکراہٹ چھپا تا رہ گیا۔

وہ بھولی اور معصوم ضرور تھی مگر کم عقل اور بے وقوف نہیں۔۔۔

---★★---

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سورج آہستہ آہستہ طلوع ہو رہا تھا۔ہوا میں خنکی تھی اور مزاجوں میں بہار۔۔۔!

بارش کی برستی بوندوں نے

جب دستک دی دروازے پر

محسوس ہوا تم آئے ہو

انداز تمہارے جیسا تھا

ہوا کی ہلکی جھونکے کی

جب آہٹ پائی کھڑکی پر

محسوس ہوا تم گزرے ہو

احساس تمہارے جیسا تھا

گنگناہٹ کی آواز پر وہ سجدے میں موندی آنکھیں بے اختیار کھلیں۔

جائے نماز پر گھٹنے سے سجدہ کیا وجود ایک دم اٹھ بیٹھا۔جیسے وہ روز کی طرح

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اسی گنگناہٹ کاانتظار کر رہاہو۔پودوں کوپانی ڈالتے شاہ.جی جانتے تھے کہ وہ ان کی آواز سننے کھڑکی کی جانب ضرور آئے گی۔افشاں نے کھڑکی کھولی اور چہرہ پلو میں چھپالیا۔

میں نے گرتی بوندوں کو

روکنا چاہاہاتھوں پر

ایک سرد ساپھر احساس ہوا

وہ احساس تمہارے جیساتھا

وہ گنگنانے میں اتنا محو تھے جتناافشاں انہیں سننے میں تھی۔ان کی پشت کو اپنی کنچی آنکھوں سے تکتی ان کے لفظوں پر غور کرتی رہی۔

تنہا میں چلا پھر بارش میں

تب ایک جھونکے نے ساتھ دیا

میں سمجھا تم ہو ساتھ میرے

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ ساتھ تمہارے جیسا تھا

پھر رک گئی وہ بارش بھی

رہی نہ باقی آہٹ بھی

میں سمجھا مجھے تم چھوڑ گئے

انداز تمہارے جیسا تھا

گنگناہٹ ختم ہونے پر جیسے شاہ جی نے پلٹ کر کھڑکی کی جانب دیکھا تو کالی چادر سے مکمل چہرے کو ڈھانپے اس وجود کی کنچی آنکھیں ہی تو قیامت تھیں۔ وہ دونوں اب کی بار بھی ساکت رہ گئے تھے۔ بلاشبہ وہ دونوں ایک خوبصورت مرد اور عورت تھے مگر وقت نے چہرہ جھریاں زدہ کر دیا تھا۔ دل میں وہ ہی ایک دوسرے کو پالینے کی تڑپ۔۔۔ مگر اب شاہ جی کے دل میں یہ تڑپ بڑھ گئی تھی۔ ان سے اب مزید برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ محبوب کو اپنے سامنے دیکھنے کے بعد نظریں پھیر کر اندر چلے جانا یہ کہاں

محبت اصول تھا؟ہاں مگر یہ اندازانہیں نبھانا تھا۔کم از کم جب تک وہ ان کی نامحرم تھیں۔ناچاہتے ہوئے انہوں نے نگاہیں نیچی کیں اور کنستر اٹھاتے اندر کی جانب بڑھ گئے۔

---★★---

"بس یہیں روک دیں آپ! میں چلی جاؤں گی اندر تک"۔وجدان نے گاڑی اسکول کے سامنے روکی تھی۔

"بہتر"۔مختصر ساجواب دینے کے بعد وہ اسے دیکھنے لگا۔صالحہ نے اپنا بیگ پکڑا اور چادر سنبھالتی باہر نکلنے لگی۔وہ انتظار کرتا رہا وہ کب اس کی آنکھوں میں دیکھے گی اور وہ کب اس کی کنچی آنکھیں دل میں اتارے گا۔مگر ایسا نہیں ہوا۔وہ فائلز پکڑتی گاڑی سے اترنے ہی لگی تھی کہ وجدان سے رہا نہ گیا اور وہ اسے پکار بیٹھا۔

"سنیں صالحہ"۔اس کی آواز پر اترتی صالحہ نے مڑ کر اسے دیکھا۔وجدان نے تیزی سے اس کی کنچی آنکھیں دیکھیں۔

"جی؟"۔ صالحہ نے اس سے جواب نہ پایا تو حیا نے آلیا۔ وہ اس کی آنکھیں گویا اپنے دل اتار رہا تھا۔ جب لگا کہ اسے ابھی جی بھر کر دیکھ لیا تو چہرے پر مسکراہٹ پھیلا کر سامنے دیکھنے لگا۔

"نہیں کچھ نہیں"۔ مبہم سی مسکراہٹ چھپائے نہیں چھپ رہی تھی۔ صالحہ کو لگا وہ ہار گئی اور وہ پھر سے جیت گیا۔ وہ اس سے نظریں نہ ملاتی تو وہ اسے نہ دیکھ پاتا۔۔ وہ کامیاب ہو گیا اس کی کنچی آنکھوں کو دیکھنے میں!۔ اس کے گال دہکنے لگے۔ مگر اب وہ اسے جیتنے کی کوشش نہیں کرنے دے گی۔ وہ گاڑی سے چہرے پر مسکان لیے اتری اور چھوٹے چھوٹے قدم بڑھاتے اندر بڑھ گئی۔ وجدان نے اسے گیٹ سے اندر جاتے دیکھا اور آنکھوں پر چشمہ لگا لیا۔ وہ جتنی نگاہیں چرائے گی وہ اتنی بار ایسے موقع پیدا کرے گا کہ اسے دیکھنا ہی پڑے گا۔ مسکراہٹ کے باعث اس کے دونوں گالوں کے ڈمپل گہرے ہو گئے تھے۔ اگر وہ اس کی آنکھوں پر جان دیتا تھا تو وہ اس کے ڈمپل کو تکتی رہتی تھی۔ وہ یہ بات جانتا تھا وہ اسے بہت غور

سے دیکھتی ہے۔خاص طور پر وہ جب سو رہا ہوتا۔اپنی آنکھوں کا اسیر صالحہ نے اسے خود بنایا تھا۔اب تو ہر بازی ہی وجدان کے نام کرنی تھی، مگر دل ایک دعا کثرت سے کر رہا تھا۔۔۔کہ خدا بس کبھی برا وقت نہ لائے۔

---★★---

شمیلہ دروازہ بجا کر اندر داخل ہوئیں اور افشاں کے سامنے ناشتہ رکھا۔ افشاں جو کھڑکی کی جانب کھڑی تھی پلٹ کر انہیں دیکھنے لگی۔

"کیا دیکھ رہی ہو گڑیا؟"۔آج شمیلہ نے اسے اس کے پرانے لقب سے پکارا تھا۔افشاں نے سرعت سے اپنا چہرہ سنگھار میز کے آئینے پر دیکھا تھا۔ اب بھلا وہ کہاں گڑیا رہی تھی؟۔گوری رنگت اور کنچی آنکھیں بھلا اب بھی خوبصورت ہوتی ہیں؟۔جھریاں زدہ چہرہ اس کی عمر سے باخبر ضرور کر رہا تھا مگر اس کی خوبصورتی نہ چھین سکا۔ہاں مگر وہ گڑیا نہیں رہی۔شوخ چنچل، قہقہے، ہنسی، وہ پوری حویلی میں بھاگنا۔۔۔ہر کام میں سب کا افشاں پکارنا۔۔۔سب ختم ہو گیا۔اب تو ان گنت لوگوں کے سوا سب بھول گئے

ہوں گے کہ افشاں اس حویلی میں ہی ہے۔اس کے بھائیوں کو وہ یاد نہیں تھی جن بھائیوں سے خواہشوں کا اظہار کرتے کرتے نہ تھکتی تھی اور وہ پوری کرتے کرتے نہ تھکتے تھے۔۔۔

---★★---

زندگی میں وقت ایک سا نہیں رہتا۔جہاں کل ذہن میں یہ خواب پورے نہ ہونے کی امید بڑھ گئی تھی وہاں نصیب نے کام دکھایا۔اس لال عمارت کے اسٹاف روم میں بیٹھی صالحہ کبھی لال عمارت کو صرف اندر سے دیکھنے کی خواہش رکھتی تھی۔وقت ایک سا نہیں رہتا۔کبھی وہ تمنائیں جنہیں لاحاصل سمجھ کر وہ سوچا کرتی تھی آج اپنی خواہشوں کی پوری ہونے پر اللہ کا شکر ادا کرتے کرتے نہ تھکتی تھی۔ہاتھ میں اٹینڈینس رجسٹر تھا جس پر وہ اپنی جماعت کے بچوں کے نام درج کر رہی تھی۔اللہ نے اس کی قربانی رائیگاں نہیں جانے دی تھی۔اسے ایسا شوہر ملا تھا جو اپنی عورت کو زندگی میں اپنے ساتھ دیکھنا چاہتا تھا۔اس نے گاؤں میں ہمیشہ مردوں کو عورتوں

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

پر وہ پابندیاں لگاتے دیکھا جو قرآن کے خلاف تھیں۔ حویلی کے مردوں کا موازنہ وہ وجدان سے کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ وہ بیوی تھی اس کی۔۔۔اس کی ناموجودگی میں خود کو غیر محفوظ سمجھتی تھی۔ باہر کے دروازے کا لاک بار بار دیکھتی تھی اور جب وہ گھر میں موجود ہوتا تو وہ بھٹک کر بھی دروازے کی جانب نہ جاتی۔ لب اپنے خواب کے مکمل ہونے پر مسکرائے جا رہے تھے۔ آج وہ کلاس ٹیچر تھی اور گود میں رکھا رجسٹر اس بات کا گواہ تھا۔ ہرا رنگ کا گاؤن تھا جو وہ پہنی ہوئی تھی۔ یہ فی میل ٹیچرز کا اسٹاف روم تھا۔ سر پر سفید رنگ کا ڈوپٹہ پہنا ہوا تھا اور نیچے ہرا گاؤن بلکل اس کی چادر کی کثر پوری کر رہا تھا۔

"اسلام علیکم"۔ وہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھی کہ کسی نے اسے سلام کیا۔ اس نے نگاہ اٹھا کر اوپر دیکھا تو کسی کی آنکھیں اس کی کنچی آنکھوں سے ٹکرائیں۔

"وعلیکم سلام"۔ اس کی عمر کی ہی کوئی لڑکی ٹیچر تھی۔ صالحہ مسکرائی۔

"آپ نئی استانی ہیں نا؟"۔وہ لڑکی بھی سر پر ڈوپٹہ لپیٹے ہوئی تھی۔

"جی"۔اس نے نرمی اور مدھم لہجے میں مسکرا کر بتایا۔وہ لڑکی اس کے برابر چیئر بیٹھ گئی۔اسٹاف روم میں بیٹھیں تمام ٹیچرز اب اسے جاننے کی خواہش کرنے لگیں۔

"آپ کا نام کیا ہے؟"۔اس لڑکی نے اشتیاق سے پوچھا تو صالحہ نے چاروں طرف نگاہ ڈالی جہاں سب اسے دیکھ رہے تھے۔یہاں بیٹھیں تمام ٹیچرز زہرا گاؤن پہنی ہوئی تھیں۔

"میرا نام صالحہ ہے۔آپ کا نام؟"۔صالحہ نے مسکرا کر جواب دیا اور رجسٹر ایک ہاتھ سے بند کر دیا۔

"لیٹ می انٹروڈیوس مائی سیلف۔۔۔"۔دور سے ایک لڑکی کھڑی ہوئی اور چلتے ہوئے درمیان میں آگئی۔

"میرا نام الماس ہے۔میں آٹھویں جماعت کی کلاس ٹیچر ہوں۔ایک بہت اچھی لڑکی ہوں جس کی ایک بیٹی ہے اور ایک عدد شوہر بھی"۔وہ کوئی چوبیس پچیس سال کی لڑکی تھی جو اپنا انٹرو بہت خوشی سے دے رہی تھی۔ وہاں سب کے قہقہے ساتھ گونج رہے تھے۔

"میری ایک عدد بیٹی اسی اسکول میں پڑھتی ہے۔تم اسے مونٹیسری میں دیکھ سکتی ہو اور میرے شوہر کے قصے تو پورے اسکول میں مشہور ہیں"۔ اس کی بات پر صالحہ ہنس پڑی۔اب باری باری سب اپنا اپنا انٹروڈکشن دینے لگے۔

اس کے برابر میں بیٹھی لڑکی نے اپنا نام عروج بتایا تھا۔

"ہم یہاں پر بلکل ایک فیملی کی طرح ہیں۔روز گھر سے کوئی ایسی ڈش بنا کر لاتے ہیں جو سب کو پورا پڑ سکے اور پھر سب مل کر بھی کھاتے ہیں جیسے ابھی کھا رہے ہیں"۔الماس نے ایک میز پر سجے سب کے ٹفن باکس کی جانب اشارہ کیا۔

"کیا تم لائی ہو لنچ؟ اگر نہیں لائی تو ہمیں جوائن کر سکتی ہو کیونکہ لنچ ٹائم کبھی بھی ختم ہونے والا ہے"۔وہ بے تکلفی سے بولی۔

"نہیں نہیں میں لائی ہوں لنچ"۔اس نے اپنے بیگ کو تھپتھپا کر بتایا۔

"اوہو پھر جلدی سے نکالو لنچ باکس"۔اس کے یوں کہنے پر دوسری ٹیچرز نے اس کی ہمت کو داد دی۔

"نہیں نہیں صالحہ۔۔۔تم مت نکالو۔۔اور آؤ ہمارے ساتھ لنچ کرو"۔ عروج نے الماس کو آنکھیں دکھائیں۔

"ارے ارے مجھے اچھا لگے گا اگر کوئی میرا ہاتھ کا بنایا لنچ چکھے گا۔ویسے بھی یہ میں نے بنایا ہے"۔وہ خوش تھی اور جلدی جلدی لنچ نکال کر آگے بڑھانے لگی۔

"چھکیں گے نہیں بھئی۔۔۔ہم تو کھائیں گے۔۔آجاؤ تم بھی ہمیں جوائن کرو۔ویسے بھی کارڈینیٹر نے تمہیں صبح سے کام میں پھنسایا ہوا ہے۔لنچ

ٹائم کے بعد تمہاری پہلی کلاس ہے نا؟آجاؤ فریش ہو جاؤ"۔الماس اس کے لنچ باکس پر نظر کیے بڑی والی میں میز تک لے آئی۔صالحہ کو وہ اچھی لگی۔ہر دکھ درد سے عاری چہرہ اور مہکتا مزاج تھا اس کا۔سب نے ساتھ میں لنچ کیا۔کوئی مٹھائی لایا تھا، تو کوئی آلو کے پراٹھے۔بہت سے لوازمات کے ساتھ رکھا صالحہ کا لنچ باکس اب خالی ہو چکا تھا۔وہ تمام ٹیچرز ہی بہت اچھی تھیں۔کسی نہ کسی بات پر کوئی ہنسی مذاق شروع ہو جاتا۔اچانک بیل بجی اور ان میں سے آدھے لوگ کلاس میں جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔صالحہ کو نویں جماعت کا راستہ نہیں معلوم تھا۔وہ بوکھلائی ادھر سے ادھر پھرنے لگی تھی کہ اتنے میں پیچھے سے الماس نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"ارے صالحہ تمہیں چاہیئے تھا کہ مجھ سے پوچھ لو راستہ۔میں بھی اپنی جماعت میں جا رہی ہوں۔جس جماعت کی تم کلاس ٹیچر ہو اس کے برابر والی جماعت کی میں کلاس ٹیچر ہوں۔لیکن اپنی کلاس میں صبح ہی پیریڈ لے چکی ہوں اور اب مجھے دسویں جانا ہے"۔وہ اس کا ہاتھ تھامتی جلدی جلدی

چلنے لگی اور صالحہ بوکھلائی اس کے پیچھے پیچھے۔الماس نے اسے اس کی جماعت کے باہر چھوڑا اور ہاتھ ہلاتی بازو والی جماعت میں گھس گئی۔صالحہ نے تھوک نگلا اور قدم اندر بڑھائے۔

---★★---

تقریباً گیارہ بجے کا وقت تھا جب زید نے اس کے آفس روم میں داخل ہو کر کارڈ وجدان کی جانب اچھالا تھا جسے وجدان نے جھٹکے سے پکڑا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"کیا ہے یہ؟"۔وجدان نے الجھی نگاہیں اس کارڈ پر ماریں۔

"تیرے بھائی کے ویاہ کا کارڈ ہے"۔وہ کالر جھاڑتا ہوا چیئر پر بیٹھا۔

"تو کارڈ کیوں دیا؟۔مجھے معلوم ہے تیری شادی پرسوں ہے۔وقت بھی اتنی جلدی گزر گیا نا؟"۔وہ پرانے دن یاد کر کے مسکرایا۔

"پہلی بات شادی کا کارڈ اپنی بھابھی کے لیے لایا ہوں"۔اس نے بھنویں اچکا کر اسے دیکھا۔

"چلو ٹھیک ہے میں دیدوں گا اسے"۔وجدان نے کچھ سوچ کر جلدی سے اس کارڈ کو اپنی دراز میں رکھنے لگا کہ زید نے جھپٹ کر پکڑا۔

"ایسے کیسے؟۔خود آؤں گا میں گھر بھابھی کو کارڈ دینے"۔وہ اسے گھورتا ہوا بولا۔

"ارے ارے اس تکلف کی ضرورت نہیں میں کہہ دوں گا نہیں تم پریشان نہ ہو۔شادی میں دو دن رہتے ہیں تم گھر میں رہ کر آرام کرو"۔وہ تھوک نگل کر اس سے کارڈ لینے کی کوشش کر رہا تھا۔زید نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھا۔

"بھابھی کی کاسٹ بٹ ہیں نا؟"۔اسے اب کوئی شرارت سوجی تھی۔

وجدان اسے اچھی طرح سے جانتا تھا۔

"وہ اب صالحہ وجدان ہے بس تو اتنا ہی یاد رکھ سمجھا؟"۔اسے گھورتے ہوئے کہا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"وہ بٹ ہیں ناتو میں گھر میں داخل ہوتے ہیں بھابھی تھواڈے ویر داویاہ اے والا نعرہ لگادوں گا"۔

وجدان اس کی بات پر زور سے قہقہہ لگانے پر مجبور ہوا۔

"سدھر جا کل کو تیری بھی شادی ہے"۔وجدان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ایکچوئلی پرسوں!"۔وہ تصحیح کرتے ہوئے بولا۔

"ہاں ہاں۔۔خیر تو دیدے کارڈ مجھے میں دیدوں گا"۔

"کیوں بھائی؟ گھر آؤں گا میں۔۔۔لیکن تو ٹینشن نہ لے۔۔۔تیرے کرتوت نہیں کھولوں گا"۔

"اچھا ایک بات تو بتاؤ۔۔۔کوئی اور تو نہیں آ رہا نا"۔یہ بات پوچھتے ہوئے اس کا چہرہ عجیب ہوا تھا۔زید چونکا۔

"کون؟"۔اس کے ذو معنی لہجے کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔وجدان نے گہری سانس لی۔

"شہوار"۔نگاہیں بمشکل اس کی جانب اٹھی تھیں۔زید نے گہری سانس لی۔

"اگر وہ آئی تو؟"۔زید نے بھنویں اچکائیں۔

"اگر میں کسی کا شوہر نہ ہوتا تو ضرور آتا۔۔۔مگر اب میں کسی کا ہو چکا ہوں۔اور جس کا ہوں اس نے بھی خود کو نکاح کے تین بولوں سے میرے نام کر دیا ہے۔۔۔میں زیادتی نہیں کر سکتا"۔چہرہ مرجھایا ہوا نہیں تھا!زید کو حیرت ہوئی۔۔۔وہ اب کی بار شہوار کا ذکر کرتے ہوئے مرجھایا نہیں تھا بس چپ ہو گیا تھا۔صالحہ کا اثر واضح دکھ رہا تھا۔

"تجھے کیا لگتا ہے میں نے بلایا ہو گا؟"۔ایک ہاتھ سے گاڑی کی چابی اچھال کر پکڑتے ہوئے وہ اس کا چہرہ بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔وجدان نے نفی میں سر ہلایا.

"نہیں بلایا ہو گا"۔

"تو پھر؟۔اور شہوار نہیں در شہوار بولو۔۔۔بہت شوق ہو رہا ہے ہر ایرے غیرے کو اپنے انداز سے بلانے کا"۔زید نے سر جھٹکا۔وجدان ہنس پڑا۔

"ٹھیک ہے تو کارڈ دینے آجانا لیکن اگر میری زوجہ نے یہ کہا کہ "میرے ویاہ دا تحفہ کتھے اے "تو مجھے کچھ نہ کہنا بھائی"۔وہ گویا ہاتھ جھاڑ کر پیچھے ہوا تھا۔زید کی رنگت فق ہوئی۔

"بھابھی کو میرا تحفہ نہ دینا یاد ہے؟"۔وہ چونکا تھا۔

"یہ خبر تو نہیں مگر تمہاری منحوس شکل دیکھ کر انہیں تحفہ ہی یاد آنا ہے"۔ وہ اس کی گفتگو کو انجوائے کر رہا تھا۔

"کوئی بات نہیں یار۔۔۔لے آؤں گا کچھ"۔وہ لاحولا کا ورد کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"چل پھر رات میں آتا ہوں"۔وہ ہاتھ آگے بڑھاتا اس کے ہاتھ میں دیتا ہلانے لگا۔"ابھی ویسے ہی بہت کام ہیں گھر پر"۔

وجدان نے ہنستے ہوئے سر ہاں میں ہلایا تو زید اس کی کمر پر تھپ سے مارتا باہر نکل گیا۔ وجدان ضبط کرتا رہ گیا۔ اس نے گھڑی دیکھی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ صالحہ کو لینے وقت ہونے والا تھا۔

---★★---

اس نے گاڑی اسکول کے گیٹ پر روکی اور ہارن بجایا۔ چوکیدار نے اسے دیکھ کر پوچھا تو اس نے "مس صالحہ کو بجھوا دیں"۔ کہہ کر اسے بلانے کا کہا اور خود گاڑی میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر میں صالحہ کسی استانی کے ساتھ باہر آئی۔ اس نے دوسری لڑکی کو خدا حافظ کہا اور مسکراتی وجدان کی طرف بڑھی۔

"اسلام علیکم"۔ اس نے مسکراتے ہوئے گاڑی کا دروازہ بند کیا۔

"وعلیکم سلام۔ کیسا گزرا دن؟"۔

"بہت اچھا۔پتا ہے سب مجھے مس صالحہ کہہ رہے تھے حتی کہ دوسری ٹیچرز بھی"۔وہ اتنی خوش تھی کہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنی خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔

"ظاہر ہے اب آپ ٹیچر ہیں"۔وجدان ہنس دیا۔

"ہاں"۔وہ اس کی بات کو محسوس کر کے دل سے مسکرائی۔اچانک موبائل پر بپ ہوئی تو اس نے اپنا فون چیک کیا۔

"ابھی گھر جانا ہے یا پھر یونیورسٹی؟"۔وجدان نے اسے موبائل میں غرق دیکھا تو خود کو پوچھنے سے روک نہ پایا۔

"یونیورسٹی جانا ہو گا۔۔کلاس شروع ہونے والی ہے میسج آیا کلاس کے گروپ میں"۔اس نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اس کا جواب دیا۔

"اور پھر دوپہر کا کھانا رہ جائے گا آپ کا؟"۔اس نے بھنویں اٹھا کر پوچھا۔

صالحہ کی پل بھر میں رونے والی حالت ہوئی۔

"میں دوپہر کا کھانا بنا کر آنا بھول گئی۔۔۔مجھے لگا تھا آج کلاس نہیں ہو گی مگر گروپ پر گیارہ بجے کا مسیج آیا ہوا ہے جو کہ میں نے اب دیکھا"۔وہ روہانسی ہوئی۔وہ اپنے بستے میں یونیورسٹی کی کتابیں ساتھ رکھتی تھی۔

"کوئی بات نہیں! میں آپ کو راستے میں سے کچھ دلا دیتا ہوں۔۔۔"۔ اس نے گاڑی کی رفتار تھوڑی آہستہ کی۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔۔میں آپ کی بات کر رہی ہوں۔آپ کیا کھائیں گے دوپہر میں"۔وہ پریشان نظروں سے اپنی انگلیوں کو دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔وجدان نے گردن پھیر کر اسے دیکھا جو اس کے لیے پریشان ہو رہی تھی۔

"آپ پریشان ہو رہی ہیں؟"۔اس کے لبوں پر مبہم سی مسکراہٹ پھیلی۔ صالحہ نے نگاہیں اٹھائیں اور اسے دیکھ کر پھر جھکا لیں۔

"آپ کو بھوک لگی ہو گی"۔اسے محسوس ہوا جیسے وہ مسکرایا ہو۔

"خیر تو بھوک تو لگی ہے لیکن میں گھر جا کر سینڈوچ کھا لوں گا۔ ابھی آپ کی کلاس شروع ہونے والی ہے"۔ اس نے بیک مرر دیکھتے ہوئے گاڑی سیدھے راستے موڑی۔ صالحہ خاموش ہو گئی۔ اس نے گاڑی کا شیشہ نیچے کیا اور باہر کے منظر سے لطف اندوز ہونے لگی۔

وجدان نے گاڑی یونیورسٹی کے آگے روکی۔

"آپ کی کلاس کب آف ہو گی؟"۔ وہ اپنا ہرا گاؤن اتار رہی تھی کہ وجدان نے اس سے پوچھا۔

"پانچ بجے تک"۔ اس نے گاؤن تہہ کیا اور بیگ میں رکھنے لگی۔ وہ بستہ پہلے ہی کتابوں اور فائلوں سے بھرا ہوا تھا۔ وجدان نے ہرے گاؤن پر ہاتھ جمایا اور اسے اٹھا کر پیچھے والی سیٹ پر رکھ دیا۔

"مس صالحہ آپ کا بستہ ہرا گاؤن برداشت نہیں کر سکتا اس لیے اسے یہیں رہنے دیں"۔ شریر انداز میں کہتے ہوئے وہ اس کی آنکھوں میں جھانکنے کی

کوشش کرنے لگا۔ مگر صالحہ نے سوچا تھا کہ وہ اسے یہ موقع نہیں دے گی۔ چہرے ہر ہلکا تبسم پھیلا۔

"آپ کی بس کب تک آئے گی؟"۔ وجدان نے وقت دیکھا۔

"وہ پانچ بجے تک آجائے گی۔۔۔"

"مجھ سے رابطے میں رہیے گا۔ موبائل آن رکھیے گا اور ضرورت پڑنے ہر بلا جھجک کال کرے گا۔ بس نہ آئے تو پریشان مت ہوئے گا بلکہ مجھے اطلاع دے گا اور بس آجائے تو میسج کر کے ضرور آگاہ کریے گا"۔ وہ اسے تاکید کر رہا تھا اور وہ چوں کی طرح اس کی باتیں نگاہیں نیچے کیے سن رہی تھی۔

"جی ضرور"۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میں تقریباً چھ بجے تک آفس سے گھر کے لیے نکل جاؤں گا"۔ وجدان نے جیب سے چابی نکالی اور اس کی جانب بڑھائی۔ یہ چابی اس نے کچھ دن پہلے ہی صالحہ کے لیے بنوائی تھی۔ "گھر میں داخل ہو جائیں تو بھی میسج

کر کے اطلاع دیجیے گا۔ دروازہ اچھے طریقے سے لاک رکھے گا"۔ وہ اسے سنجیدگی سے سمجھا رہا تھا اور وہ بار بار ہاں میں سر ہلا رہی تھی۔

"جاؤں میں ؟"۔ اسے خاموش ہوتے دیکھا تو پوچھ بیٹھی۔ وجدان نے اس کے معصوم چہرے کو ایک نظر دیکھا اور اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ گاڑی سے اتر کر چادر لپیٹتی اور بیگ تھامتی اندر چلی گئی۔ وہ جب تک اس کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہوئی وہ اسے دیکھتا رہا۔ جب محسوس ہوا کہ وہ جا چکی ہے تو اس نے گاڑی میں چابی گھمائی۔ اب اسے گاڑی گھر کی جانب موڑنی تھی۔

---★★---

وہ گھر پہنچ کر فریج کنگھالنے لگا مگر اسے بریڈ نہ ملی۔ بھوک کی شدت سے اب پیٹ آوازیں دے رہا تھا۔ صبح چھ بجے کا کیا ناشتہ صبح ہی ہضم ہو گیا تھا۔ کباب تلتے ہوئے تیل کے ہلکے ہلکے چھینٹے اچھل کر اسے تڑپانے کا کام کر رہے تھے۔ اس نے ہاٹ پاٹ کنگھالا تو وہ خالی تھا۔ اب وہ کوئی ایسی چیز تلاش کر رہا تھا جس کے ساتھ کباب کو کھا سکے۔ اسے جلد سے جلد آفس

پہنچنا تھا۔ تمام کوششیں بیکار گئیں تو وہ دو سکے ہوئے کباب جو فریج میں رکھے تھے اور اب فرائینگ پین میں قریب جلنے والے تھے انہیں نکال کر اخبار میں لپیٹتا گھر لاک کرتا گاڑی میں بیٹھ گیا۔ گاڑی اسٹارٹ کی اور سڑک پر لے آیا۔ اب وہ ساتھ ساتھ برابر والی سیٹ پر رکھے کباب بھی وقفے وقفے سے کھا رہا تھا۔ بھوک ناقابلِ برداشت ہو رہی تھی ورنہ وہ آفس پہنچ کر ہی پیٹ بھرتا۔ وہ کباب بھی بقول اس کے خیال کے بہت جلدی ختم ہو گئے تھے۔ بھوک اب بھی بے حد لگی تھی مگر اب رات کا انتظار کرنا تھا۔ خالی اخبار فولڈ کرتا وہ آفس کے سامنے گاڑی روک کر اترا۔ بڑھ کر گارڈ کو چابی دی تاکہ وہ گاڑی پارک کر سکے اور عمارت میں داخل ہو گیا۔ اب وہ آفس میں ہی کچھ منگوا کر کھانے والا تھا۔۔۔

---★★---

"تم کہاں جا رہے ہو؟"۔ وہ کمرے میں داخل ہوئی تھی اور اب حیدر کو تیار ہوتا دیکھ رہی تھی۔

"زمینوں پر"۔اس نے کالا واسٹ کوٹ پہنا ہوا تھا۔

"اور کب لوٹو گے؟"۔اس کے قریب آکر اس کے کندھے کو نرمی سے جھاڑتے ہوئے پوچھنے لگی۔حیدر نے اس کی طرف رخ موڑا۔

"تم جب کہو گی"۔ہاتھوں کی انگلیوں سے جیا کے چہرے پر آئے بال پیچھے کرتا ہوا وہ مسکرا کر بولا۔

وجیہہ کے چہرے پر تبسم پھیلا۔

"شام سے پہلے پہلے"۔وہ جھٹ سے بولی۔

حیدر نے ٹھہر کر اسے دیکھا۔

"میرا وعدہ رہا"۔کہتا ساتھ اس کے گال چھوتا سنگھار میز سے اپنا موبائل اٹھانے بڑھا۔

"ہم شہر کب جائیں گے؟"۔وجیہہ کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ شہر جانے کا کتنی شدت سے انتظار کر رہی ہے۔اس کے سوال پر وہ خود کو رک کر آئینے میں دیکھنے لگا۔

"اسی ہفتے جائیں گے تم پریشان مت ہو"۔اسی شہر میں کسی اپنے کا چہرہ یاد آیا تو دل بوجھل ہو گیا۔

"میں شرمندہ ہوں حیدر۔۔۔میں نے اپنے بھائی کا استعمال کیا تھا"۔وہ دکھ سے ٹوٹ کر بولی۔حیدر کا چہرہ اس کی جانب اٹھا۔

"اور میں نے اپنی پوری بہن قربان کر دی"۔اس نے گہری سانس لی۔

"مگر وہ خوش ہے اس سے بڑی اور کیا بات ہو گی۔۔مجھے اور کیا چاہیے محض ایک معافی کے۔۔۔وہ میری ہے بہن ہے جیا۔جن لڑکیوں کے اپنے بھائی ہوتے ہیں وہ لڑکیاں مشکل وقت اور پریشانی میں اپنے بھائیوں کو پکارتی ہیں۔۔۔مگر وہ تو مجھ سے خفا ہے۔میں اس کی یہ ناراضگی بہت جلد

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

مٹادوں گا"۔ وہ پھیکا سا مسکراتے ہوئے باہر نکل گیا۔ وجیہہ نے اپنی گیلی آنکھیں رگڑیں اور چہرے پر پانی مارنے واش روم کی سمت بڑھ گئ۔

---★★---

بال اوپر کو اٹھے ہوئے تھے۔ ہاتھ میں گھڑی اور کندھوں پر خاکی شال تھی۔ ہلکی ہلکی داڑھی جو اسے پر وقار بناتی تھی، چہرے پر سج رہی تھی۔ اس نے گھڑی میں وقت دیکھا تو اسے اندازہ ہوا کہ اسے پندرہ منٹ میں حویلی کی زمینوں کے لیے نکلنا ہے۔ وہ باغ سے ہوتا ہوا حویلی کے دروازے تک جانے لگا کہ باغ کے جھولے پر بیٹھی گم سم سی رفاہ کو دیکھ کر رک گیا۔ اس کی نگاہیں گھانس کو تک رہی تھیں اور ذہن الجھا ہوا تھا۔ جھولا آہستہ آہستہ آگے پیچھے ہو رہا تھا۔ کچھ دیر وہ یوں ہی اس کی حالت پر غور کرنے لگا۔ وہ اتنی سن ہوئی بیٹھی تھی کہ اس کی موجودگی سے لاعلم تھی۔ وہ خود کو اس کی جانب بڑھنے پر روک نہ پایا۔

"کیا ہوا رفاہ؟"۔اس نے اس کی ٹھوڑی پکڑ کر چہرہ اونچا کیا۔اس کی یوں اچانک آمد کو دیکھ کر وہ یکدم پیچھے ہوئی۔رفاہ کے یوں پیچھے ہٹ کر خوف سے دیکھنے پر شرجیل اسے دیکھتا رہ گیا۔اب اسے کوارٹر سے اپنے کمرے میں شفٹ کرنا کافی حد تک ضروری ہو گیا تھا۔

"ایسے کیوں بیٹھی ہو تم؟"۔وہ اس کے برابر میں آ بیٹھا۔

"نن۔نہیں تو۔۔۔بس یونہی"۔وہ نگاہیں اب بھی گھانس پر ٹکی تھیں۔

"وجہ بتاؤ رفاہ شرجیل؟"۔چادر کے اندر سے نکلتی اس کی زلفوں کو دیکھ کر لہجہ نرم کر کے پوچھ رہا تھا۔

"بابا کی یاد آ رہی ہے۔۔۔۔مگر ملنے کا دل نہیں ان سے"۔ وہ آبدیدہ ہو گئی تو کہتے کہتے رک گئی۔شرجیل نے گردن پھیر کر اسے بہت غور سے دیکھا۔اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں جس سے محسوس ہوتا تھا کہ یہ پہلے بھی روتی رہی ہے۔اس کا دل کسی نے اپنی مٹھی میں جکڑا اور وہ اس کا ہاتھ پکڑتا اسے کھڑا کرنے لگا۔رفاہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے آنکھیں پھاڑے

اسے دیکھ رہی۔ شرجیل اس بات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کہ اسے باقی مردوں کے ساتھ زمینوں کے لیے نکلنا ہے، اس کا ہاتھ پکڑتا حویلی کے دروازے تک آگیا۔ باغ میں داخل ہوتا حیدر شرجیل کو رفاہ کا ہاتھ تھامتے ہوئے اسے گاڑی میں بٹھاتا دیکھ سکتا تھا۔

"آپ کہاں لے کر جارہے ہیں"۔ وہ خوف سے سفید ہورہی تھی۔ اس کے سفید چہرے کو دیکھ کر وہ ٹھٹھکا۔ تو کیا وہ اس پر اب بھی اعتبار کرنے سے ڈرتی تھی۔

"شوہر ہوں تمہارا۔۔۔ کہیں ایسی جگہ نہیں لے کر جاؤں گا جہاں تم غیر محفوظ ہو"۔ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا وہ ڈرائیونگ سیٹ پر آبیٹھا۔ چوکیدار نے دروازہ کھولا اور وہ گاڑی نکالتا زن سے بھگا گیا۔

---★★---

وہ کلاس لے کر باہر ہی نکلی تھی کہ کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"اسلام علیکم رابعہ "۔اس نے خوش دلی سے سلام کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا۔جب سے یونیورسٹی کی شروعات ہوئی تھی اس کی رابعہ سے سرسری ملاقات ہوتی تھی۔وہ اس کے ڈپارٹمنٹ میں اس کے ساتھ ہوا کرتی تھی۔

"وعلیکم سلام کہاں جارہی ہو؟"۔رابعہ نے اس کے ہاتھ میں فائلز دیکھیں۔

"جی بس میں ذرا جلدی میں ہوں۔بس آگئی ہے میری اور اگر وہ میرے بغیر چلی گئی تو میں وقت پر گھر نہیں جاپاؤں گی"۔وہ دور کھڑی بس کو دیکھتے ہوئے پریشانی سے بولی۔

"او اچھا چلو تم جلدی سے چلے جاؤ پھر۔۔۔تم سے کل ملاقات ہوتی ہے"۔اس کی بات پر صالحہ نے اثبات میں سر ہلایا اور بس میں بیٹھنے کے لیے بس کی جانب بڑھنے لگی۔پانچ بج کر دس منٹ ہو چکے تھے۔وہ اس

قدر تھک چکی تھی کہ اس سے اب چلا نہیں جا رہا تھا۔پانچ منٹ بعد ڈرائیور نے بس آگے بڑھائی تو اس کی جان میں جان آئی۔

---★★---

"کہاں لے کر جا رہے ہیں؟"۔رفاہ نے لب کاٹتے ہوئے پوچھا۔شرجیل کو محسوس ہوا وہ اپنے آپ کو غیر محفوظ محسوس کر رہی ہے۔

"کیا تم مجھ سے اجنبیت محسوس کر رہی ہو؟ یا میری موجودگی تمہیں غیر محفوظ سی لگ رہی ہے؟"۔گاڑی کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔رفاہ نے نظریں موڑ کر اسے دیکھا۔وہ محسوس کر سکتا تھا کہ وہ اسے دیکھ رہی ہے۔

"ایسی بات نہیں ہے مگر۔۔۔"۔اس نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ دی۔شرجیل کے دل میں ہول اٹھا۔

"مگر کیا رفاہ؟ باتیں ادھوری مت چھوڑا کرو"۔اپنے برابر میں بیٹھی اس چھوٹی سی لڑکی کو وہ گاڑی چلاتے ہوئے بمشکل دیکھ پایا تھا۔

"مگر داجی کو پتا چلا تو۔۔۔"۔اب کی بار شرجیل نے اس کی بات کاٹی۔

"میں "تمہارا" لگتا ہوں یا داجی؟"۔وہ برہم ہوا تو وہ لب کاٹنے لگی۔

"مگر پوچھ تو سکتی ہوں نا کہ کہاں لے کر جا رہے ہیں؟"۔کچھ دیر کے وقفے سے اس نے پھر پوچھا۔

"میں جہاں لے کر آنا چاہتا تھا تمہیں وہاں لے کر آ گیا ہوں"۔اس نے گاڑی گاؤں کے ایک بڑے گھر کے سامنے روکی۔رفاہ نے نا سمجھی میں کھڑکی سے باہر جھانکا تو ٹھٹھک گئی۔دل کی دھڑکنیں بے ربط چلنے لگیں۔ اس نے جھٹکے سے مڑ کر اسے دیکھا۔آنکھیں حیرت اور بے یقینی سے پھٹنے کو تھیں۔شرجیل ماتھے پر بل ڈالے اس کے تاثرات کا اندازہ کرنے لگا۔ پل بھر میں رفاہ کی رنگت پیلی ہوئی تھی۔وہ اس سب کی توقع کم از کم شرجیل سے نہیں کر سکتی تھی۔۔۔

---★★---

"حیدر؟شرجیل کہاں ہے؟"۔داجی اپنا کرتا جھاڑ کر کھڑے ہوئے تھے۔

"ش۔شرجیل"۔حیدر ہچکچایا۔اب وہ انہیں کیا بتائے وہ اپنے بیوی کے ساتھ کہیں باہر گیا ہے۔

"ایسے ہکلا کیوں رہے ہو؟ہمیں زمینوں کے لیے نکلنا ہے حیدر!شرجیل کہاں ہے بتاؤ"۔وہ برہم ہوئے۔

"وہ باہر گیا ہوا ہے داجی رفاہ۔۔۔۔"وہ کہتے کہتے زبان دانتوں میں دبا گیا۔داجی کی بھنویں ماتھے پر چڑھیں۔

"رفاہ کے ساتھ"۔وہ یکدم چیخے۔حیدر کی سانسیں اکھڑنے لگیں۔

"نہیں داجی۔رفاہ تو اپنے کوارٹر میں ہے۔بس وہ یونہی میری زبان پھسل گئی"۔وہ بات چھپاتا ہوا دل ہی دل میں شرجیل کو کوسنے لگا۔

"اچھا؟۔تو جاؤ! رفاہ کو بلا کر لاؤ فوراً"۔وہ سرد لہجے میں بولے تھے اور اس حکم پر حیدر کی گویا جان نکل گئی تھی۔

"جج۔جی داجی ابھی بلا کر لایا"۔وہ الٹے قدموں واپس آیا اور باغ میں آکر سکھ کا سانس لینے لگا۔اب صرف ایک ہی راستہ تھا۔اس نے شرجیل کو کال ملائی۔

"ہیلو ہاں؟؟"۔اس نے کال اٹھاتے ہی پوچھا تھا۔

"جلدی گھر پہنچو! داجی کو خبر ہو گئی ہے کہ تم رفاہ کو لے کر گئے ہوئے ہو"۔حیدر پھولی سانسوں سے باغ میں ٹہلتے ساتھ بولا۔

"داجی کو کیسے علم ہوا؟"۔دوسری طرف وہ زیادہ حیران نہیں ہوا تھا۔

"میری ہی زبان پھسل گئی"۔وہ بالوں کو اپنی مٹھی میں کرتا ہوا بولا۔

"اچھا ہوا۔۔۔میں بھی کوئی ایسا موقع پیدا کرنا چاہتا تھا"۔وہ بلا کا مطمئن معلوم ہوتا تھا۔

"غضب ہو جائے گا شر جیل! گھر پہنچو جلدی!"۔حیدر کو اس کی دماغی حالت پر شک ہوا جو ایسی بہکی بہکی باتیں کر رہا تھا۔

"اصل غضب تو میرے آنے پر شروع ہو گا"۔شر جیل دوسری جانب ہنسا تھا۔"فوراً نہیں آ رہا میں! اپنا کام کر کے آؤں گا۔ایسا کرو جب تک تم داجی کا پارا چڑھاؤ۔۔۔"۔ایک شاطر مسکراہٹ سے سامنے دیکھتا ہوا وہ اسے تاکید کر رہا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"تو پاگل ہو گیا ہے کیا؟"۔حیدر چیخ اٹھا۔

"یہی سمجھ لو!"۔اس نے برابر بیٹھی رفاہ پر نگاہ ڈالی جو اب بھی پیلی ہوئی رنگت سے اسے دیکھ رہی تھی۔"کال رکھ رہا ہوں کیونکہ ابھی اپنے۔۔۔ سسرال آیا ہوں"۔اس نے نگاہ اس بڑی عمارت پر دوڑائی جس کے باہر بنی کیاری کے اوپر ایک بلب جلا ہوا تھا۔"اور ہاں! حویلی کے ملازم شاہ جی کو کہہ دو کہ تیاری پکڑ لیں اور ہو سکے تو پھولوں کا انتظام کر لیں!"۔وہ معنی خیز لہجے بولا۔حیدر یہ باتیں سمجھنے سے قاصر تھا۔

"پھول؟اور شاہ جی کیوں؟"۔وہ الجھا۔

"شاہ جی کیوں؟اس کا جواب جاننے کے لیے میرے آنے کا انتظار کرو۔۔۔پھول یا تو شادی کے لیے اور اگر بات نہ مانی گئی تو کسی نہ کسی کی قبر پر تو چڑھیں گے۔۔۔"۔وہ استہزایہ ہنسا اور کال رکھ دی۔

"آپ مجھے یہاں کیوں لائے ہیں شرجیل؟"۔وہ اب تک یوں ہی ساکت بیٹھی تھی۔شرجیل نے گردن پھیر کر اسے دیکھا تو تکتا رہ گیا۔

"میرے ساتھ چلو"۔لمحے گزرنے لگے تو وہ چونک کر بولا اور گاڑی کا دروازہ کھولتا باہر نکل گیا۔آج تو لگتا تھا حویلی میں قیامت آنے والی ہے۔

---★★---

صالحہ نے اپنے گیلے بالوں کو تولیہ سے جھٹک کر کھڑکی کے پردے برابر کیے۔اس نے گھر پہنچتے ہی وجدان کو اپنے گھر پہنچنے کا میسج کر دیا تھا۔وقت

دیکھاتوساڑھے چھ ہونے کو تھے۔وہ کبھی بھی آنے والا تھا۔اس نے بال سکھائے اور اپنا بڑاساڈوپٹہ سر پر رکھ کر اپنے آپ کو بھی اس میں چھپایادیا۔ سائے لمبے ہو رہے تھے۔آج معمول سے کچھ کم سردی تھی۔صالحہ نے آگے بڑھ کر کھڑکی کے دونوں پٹ کھول دیے اور جھولنے والی کرسی کو کھڑکی تک گھسیٹ کر لے آئی۔دن کی تھکن اس نے کرسی پر جھولتے جھولتے نکال دی۔اس کے خوابوں کو وجدان نے آج مکمل کر دیا تھا۔وہ اب وجدان کو سوچنے لگی۔یقیناًوہ اس کی بن مانگی دعا تھا۔وہ یوں ہی وجدان کو سوچنے میں محو تھی کہ گاڑی کے ہارن کی آواز آئی۔اس آواز کو وہ ہزار شور کے درمیان میں بھی پہچانتی تھی۔اس نے پیروں میں چپل پہنی اور تیزی سے نیچے بھاگنے لگی۔وہ آج کہاں خود کو گم کر لے وہ سوچنے لگی۔گھر کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور صالحہ اپنی انگلیوں کے ناخنوں کو دانتوں کے بیچ رکھتی اپنادماغ چلانے لگی۔وہ آج پھر اسے ڈھونڈے گاوہ جانتی تھی۔ اس نے ایک کمرہ دیکھا جو اسٹور روم تھااور اندر گھس گئی۔آہستہ سے

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دروازہ بند کیا تاکہ آواز نہ پیدا ہو۔ وہ اسٹور روم اندر سے بہت بڑا تھا۔ اس نے بلب دیکھا تو اس کا بٹن ڈھونڈنے لگی۔ دروازے کے برابر میں ہی وہ بٹن موجود تھا جسے اس نے کھول دیا تھا۔ روشنی ہوئی اور اسے وہاں موجود سامان دیکھنے میں آسانی پیدا ہو گئی۔ اس نے وہ نیلا تھیلا دیکھا جس میں بہت سے پھول تھے۔ آرٹیفیشل پھولوں کو دیکھ کر وہ جان گئی تھی کہ یہ وہ ہی پھول تھے جو اس نے اپنے کمرے سے اتار کر تھیلے میں رکھے تھے۔ وہ تھیلا کھول کر آہستہ آہستہ انہیں دیکھنے لگی۔ اچانک قدموں کی چاپ اسے بہت قریب سے محسوس ہوئی تو اس نے اپنے ہاتھ تھیلی سے دور کر لیے تاکہ تھیلی سے آواز پیدا نہ ہو۔ اچانک دروازہ کھلا تو وہ سامنے کھڑا تھا۔ وجدان اسے دو منٹ میں تلاش کر چکا تھا۔ صالحہ ایک بار پھر ہار گئی تھی اور نگاہیں جھکا کر زمین کو تک رہی تھی۔ وہ اسے دیکھنے قریب آیا۔ نگاہیں زمین کو اب بھی سجدہ کر رہی تھیں۔ وجدان کا دل چاہا کہ اس کی ٹھوڑی پکڑ کر اس کا چہرہ اوپر کرے مگر وہ یہ نہیں کر سکتا تھا۔

"آپ یہاں؟"۔اس نے کہتے ساتھ اسٹور روم پر نظر دوڑائی۔

"میں وہ سوچ رہی تھی کہ رات کے لیے آٹا گوندھ لوں اس لیے آگئی"۔

اسے کوئی جواب نہ سوجا تو یہی کہہ بیٹھی مگر پھر زبان دانتوں میں دبالی۔

اس کے جواب پر وہ کھکھلا اٹھا۔

"اسٹور روم میں آٹا کہاں سے آیا؟"۔اس کی جھکیں پلکوں پر نظریں ٹکاتے ہوئے اس نے مسکرا کر پوچھا تھا۔وہ جانتا وہ جھوٹ کیوں بول رہی ہے۔۔۔مگر وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ اس کے سامنے وجدان قریشی کھڑا تھا۔

"مجھے دیکھ کر جتنا مرضی خود کو چھپالو صالحہ وجدان! مگر تمہارا وجدان تمہیں آج کی طرح ہمیشہ ڈھونڈ نکالے گا"۔وہ یکدم خود سے دل میں کہتا بظاہر مسکرایا۔صالحہ نے لب کاٹے۔

"کیا آپ اپنا چہرہ اوپر کریں گی"۔اس نے اپنی تڑپ ظاہر کرنی چاہی۔صالحہ کا دل زور سے دھڑکنے لگا۔

"کک۔کیوں؟"۔اس نے ہکلاتے ہوئے جھکی نظروں سے پوچھا۔وہ اس کی آنکھوں کو دل میں اتارنا چاہتا تھا۔وجدان اس کے سوال کا جواب سوچنے لگا۔وہ کیا بہانہ کرے؟۔

"آپ سے کوئی بات کرنی ہے"۔کم وقت میں اسے یہی جواب سوجا۔ صالحہ نے نگاہیں بے اختیار اٹھائیں اور یہ وہی لمحہ تھا جب وہ اس کی آنکھوں کو دیکھ پھر سے ساکت ہو گیا تھا۔صالحہ کو حیانے آلیا تو نگاہیں جھکا گئی۔اپنی دھڑکنوں کی آواز صالحہ کو اپنے کانوں میں بجتی محسوس ہو رہی تھی۔ گھبراہٹ کا یہ عالم تھا کہ اس کی پلکیں مسلسل کانپ رہی تھیں۔

"مم۔میں جاؤں"۔بمشکل اس نے الفاظ ادا کیے تو وجدان اس کی گھبراہٹ کا لطف لینے لگا۔

"آپ نے آٹا تو گوندھ ہی لیا ہو گا۔۔۔کہاں ہے؟"۔وہ مسکراہٹ چھپاتا ارد گرد ایسے دیکھنے لگا جیسے واقعی آٹے کی بالٹی دیکھ رہا ہو۔صالحہ نے گھبراہٹ کے عالم میں اسے دیکھنے سے گریز کیا۔

"مجھے جانے دیں"۔اس کی آواز وجدان کے کانوں میں پڑی تو وہ مسکرا دیا۔

"جی میں نے آپ کو کب روکا ہے"۔ کہتا ساتھ راستے سے ہٹ گیا۔اس سے پہلے وہ تیزی سے نکل کر بھاگتی وہ ایک دم پھر سامنے آگیا۔وہ جو دروازے کی جانب بڑھ رہی تھی اس کے سامنے آجانے کی وجہ سے اس سے ٹکراتی ٹکراتی بچی۔

"وہ باہر زید آیا ہوا ہے میرا دوست۔۔۔کچھ تحفے بھی لایا ہے آپ کے لیے"۔اس نے میٹھے لہجے میں بتایا۔صالحہ نے اثبات میں سر ہلایا اور اپنی سر کی چادر ٹھیک کرتی وجدان کے پیچھے باہر آئی۔

"میں چائے بنا کر لے آتی ہوں"۔اس نے وجدان کی نگاہوں سے اوجھل ہونا چاہا مگر وہ بھی وجدان تھا۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں! وہ میری جیب ہلکی کروا کر ہی گھر تک آیا ہے۔آپ آجائیں میرے ساتھ"۔وہ اسے کچن میں جانے سے روکتا،

اسے اپنے پیچھے آنے کا کہہ کر ڈرائینگ روم کی طرف بڑھ گیا۔صالحہ نے گہری سانس ہوا کے حوالے کی اور اس کی پیچھے ڈرائینگ روم میں داخل ہوئی۔

"اسلام علیکم بھابھی"۔زید احترام میں کھڑا ہوا۔صالحہ نے اپنا چہرہ چادر میں چھپایا ہوا تھا۔

"وعلیکم سلام زید بھائی"۔وہ جواب دیتے ہوئے وجدان کے بازو میں بیٹھی۔

"مزاج کیسے ہیں آپ کے؟سنا ہے استانی بن گئی ہیں؟بہت خوشی ہوئی"۔ زید نے اپنی خوشی کا اظہار کیا۔

صالحہ مسکرائی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"الحمداللہ۔۔۔"۔اسے دونوں سوالات کے جواب ایک ہی لفظ میں دکھے۔وجدان نے بیٹھے بیٹھے ہی سامنے میز سے پانی کے جگ سے پانی گلاس میں انڈیلا اور صوفے سے ٹیک لگا کر پینے لگا۔

"میں بھی بس وہی کہہ رہا تھا وجدان سے کہ اب ایسی کوئی الٹی سیدھی حرکت نہ کرنا کیونکہ بھابھی تو اب استانی بن گئی ہیں تمہیں اپنے شاگردوں کی طرح دھوڈالیں گی"۔اس کی بات پر جہاں پانی پیتے وجدان کو اچھو لگا وہیں صالحہ کی ہنسی نکل گئی۔

"بے غیرت انسان"۔وجدان نے دانت پیس کر دل ہی دل میں اسے گالیوں سے نوازا۔

"ہاں تو بھابھی جان یہ ایک تحفہ میری طرف سے۔۔۔"کہتے ساتھ زید نے خوبصورت گفٹ پیپر میں لپٹی کوئی چیز اس کی جانب بڑھائی۔

"زید بھائی مگر اس کی ضرورت نہیں تھی"۔وہ ہچکچانے لگی تو زید مسکرایا۔

"یہ آپ کی شادی کا تحفہ جو مجھ پر ادھار تھا"۔اس نے تحفہ آگے بڑھایا تو صالحہ نے "جزاک اللہ" کہہ کر اسے تھاما۔

"آپ کے لیے چائے بنا کر لاتی ہوں"۔وہ مسکرا کر کھڑی ہونے لگی۔

"نہیں بھابھی اس تکلف کی ضرورت نہیں۔۔آپ کے شوہر کی جیبیں خالی کروا چکا ہوں"۔وہ دانت باہر نکالتا، تیز نظروں سے گھورتے وجدان کو دیکھنے لگا۔

"چلیں جیسے آپ کی مرضی"۔وہ تحفہ میز پر رکھتے ہوئے بولی۔

"ایک اور چیز جو میں لایا تھا۔۔خاص طور پر آپ کے لیے! بھلے آپ وجدان کو نہ لے کر آئیں مگر آپ کا آنا ضروری ہے"۔اس نے ایک کارڈ آگے کیا جسے وجدان نے تھام کر صالحہ کو پکڑایا۔

"بڑی مشکل سے شادی ہو رہی ہے اس کی"۔وجدان نے ہنس کر زید کو دیکھا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"کہہ تو صحیح رہے ہو"۔وہ کھسیاناہوا۔صالحہ جو کارڈ پر جھکی ہوئی تھی،اس نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔

"مبارک ہو زید بھائی۔۔۔پرسوں ہے شادی؟؟"۔اس کی باچھیں خوشی سے کھل اٹھیں۔

"جی بھابھی اور پرسوں آپ کو ہر حالت میں آنا ہے"۔اس نے سنجیدگی سے تاکید کی تو صالحہ نے مبہم سا مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔

---★★---

"کون آیا ہے خالد؟"۔ایک کمزور وجود بستر پر لیٹا تھا۔

"تمہاری بیٹی آئی ہے صائمہ"۔ان کی آنکھوں میں آنسو تھے اور ہاتھ رفاہ کے کندھے پر تھا۔

"میری بیٹی؟"۔وہ عورت تیزی سے اٹھی اور رفاہ کو دیکھ کر ساکت ہوگئی۔شرجیل باہر لاؤنج میں ہی بیٹھا تھا۔

"رفاہ میری بیٹی"۔انہوں نے جھٹکے سے اسے گلے لگایا تو رفاہ نے ان کے سینے میں منہ چھپالیا اور گھٹ گھٹ کر رونے لگی۔باہر بیٹھا شرجیل انہیں دیکھ تو نہیں سکتا تھا مگر محسوس ضرور کر سکتا تھا۔ایک گھنٹے اس کا یونہی گزر گیا۔جاتے وقت صائمہ خاتون نے شرجیل کو پیار کیا تھا اور رفاہ کا خیال رکھنے پر دعا دی تھی۔اصل کہانی تو تب شروع ہوئی تھی جب رفاہ کے بھائی فرہاد نے اسے گلے لگایا تھا اور اس کا ماتھا چوما تھا۔وہ رفاہ کے سامنے گڑگڑایا تھا۔اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے حویلی سے نکال لے گا اور یہ سن کر شرجیل کے قدموں کے نیچے سے زمین نکل گئی تھی۔اس نے تھوک نگل کر بے اختیار رفاہ کو دیکھا تھا مگر وہ اسے نہیں دیکھ رہی تھی۔وہ اپنے بھائی کو نم آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔وہ اتنا سب کچھ ہر گز اس لیے نہیں کر رہا تھا کہ رفاہ کو خود سے دور کر سکے۔۔۔واپسی پر اس کا مزاج نہ چاہتے ہوئے بھی برا ہو رہا تھا۔

"ہیلو؟"۔موبائل پر آتی کال اس نے ریسیو کی۔

"کہاں ہو بچے؟۔یہاں ہنگامہ مچا ہوا ہے"۔مقابل شخص کی آواز سن کر ہی اس کا خراب موڈ بحال ہو گیا تھا۔

"شاہ جی آ رہا ہوں میں"۔وہ بے حد نرمی سے بولا۔

"کیا کہو گے دا جی سے؟"۔وہ بے چارگی سی پوچھ رہے تھے۔

"سب کچھ۔وہ سمجھتے ہیں میں نہیں جانتا کہ ارحم کی موت کیسے ہوئی؟ مگر یہ بات ان کے لیے ناقابل یقین ہو گی کہ میں سب کچھ جانتا ہوں"۔وہ تھک چکا تھا اب راز رکھتے رکھتے۔رفاہ اس کی بات پر چونکی۔

"اگر انہوں نے غصے میں آکر افشاں کے ساتھ کچھ کر دیا تو میں بے قابو ہو جاؤں گا میرے بچے۔میں افشاں پر اب کوئی ظلم برداشت نہیں کر سکتا"۔وہ اب بھی شاید درخت کے نیچے ہی کھڑے تھے۔

"میں چاہتا ہوں آپ بے قابو ہو جائیں۔اپنے دل کی بھڑاس نکالیں۔میں آرہا ہوں آپ کی طرف سے افشاں پھپھو کو مانگنے"۔اس نے کہہ کر کال رکھی اور گاڑی کی رفتار تیز کی۔

"داجی کو علم ہو گیا؟"۔اس نے رفاہ کی آواز پر اسے گردن پھیر کر دیکھا تو ششدر رہ گیا۔وہ زرد ہو چکی تھی۔

"تم کیوں اتنا پریشان ہو رہی ہو؟"۔اس نے ماتھے پر بل ڈال کر پوچھا۔

"اب کیا ہو گا؟ وہ کیا کریں گے اب؟"۔اس کے لب لرزنے لگے۔

"کچھ نہیں ہو گا"۔وہ سختی سے دانت پیس کر بولا۔"تسلی رکھو اور حالت درست کرو۔جب تک میں ہوں تمہیں کسی چیز کے لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں"۔اس کے لہجے میں بلا کی سختی تھی۔رفاہ سیدھی ہو کر سامنے دیکھنے لگی۔اس کے دل میں طرح طرح کے اندیشے جنم لینے لگے۔ شرجیل خود کو آنے والے وقت کے لیے تیار کر رہا تھا۔دل میں کہیں نہ کہیں شکست کھانے کا اندیشہ تھا۔

---★★---

"کہاں ہے شرجیل"۔داجی کی غصے میں رگیں پھول رہی تھیں۔ان کی چیخیں حویلی والوں کو ہولا رہی تھیں۔

"یہاں ہے شرجیل"۔وہ پیچھے سے اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑے لاؤنج میں داخل ہوا۔رفاہ کانپتے ہوئے اپنا ہاتھ جو اس کے ہاتھ میں تھا اسے دیکھ رہی تھی۔

"کہاں تھے اس ونی کو لے کر تم کمبخت؟۔کہاں گئے تھے بے شرم"۔وہ پوری قوت سے چلائے تھے۔

"ونی آپ کے لیے ہو گی! میرے لیے بیوی ہے میری"۔وہ ان سے زیادہ چیخ کر ان کی تصحیح کر گیا تھا۔داجی نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا۔وہ ان کی زندگی میں پہلا شخص تھا جس نے ان سے زیادہ اونچی آواز میں بات کی تھی۔وہاں موجود تمام مرد اور عورتیں ششدر اور ساکت کھڑے تھے۔

"وہ ارحم کے بدلے میں آئی ہے۔وہ ونی ہے"۔انہوں نے اپنی لاٹھی زور سے زمین پر پٹخی۔

"ارحم کے بدلے میں اس کے بھائی کو آنا چاہیے تھا!۔یہ میری بیوی بن کر آئی ہے"۔اس کے تاثرات خطرناک حد تک پھیل چکے تھے۔وہ کسی پر رحم کرنے کی حالت میں نہیں تھا۔

"کہاں گل چھڑے اڑا رہے تھ۔۔۔"وہ ابھی کہہ ہی رہے تھے کہ شرجیل نے ان کی بات کاٹی۔

"دا جی بس! بس کر دیں میں اور برداشت نہیں کر پاؤں گا"۔اس نے اتنی بلند آواز میں کہا تھا کہ باہر درختوں سے پرندوں کی اڑنے کی آواز آئی تھی۔

"اور کتنا کریں گے ظلم دا جی؟۔یہ سب مرد حضرات اور ان کی بیویاں خاموش رہ سکتی ہیں مگر میں اتنی سکت نہیں رکھتا۔۔۔"۔

"کون سا ظلم کر دیا تم لوگوں پر کم بختوں جو یوں منہ پر آ کھڑے ہو؟"۔وہ بے یقینی سے پوچھنے لگے۔آواز میں اب بھی بلا کی سختی تھی۔

"کیا چاہتے ہیں انگلیوں پر گن کر بتاؤں؟"۔شرجیل کی نظروں میں حقارت تھی۔

"صالحہ کی شادی کیا کر دی تم لوگ تو اسے میرا کیا گیا ظلم ہی سمجھ بیٹھے"۔وہ کھانسنے لگے تو شمیلہ نے ان کی طرف پانی بڑھایا۔وہ اسے نا چیخ نہیں پا رہے تھے۔ان کی کھانسی ان کے چلانے میں دخل دے رہی تھی۔ان کا جی چاہا شرجیل کا منہ نوچ لیں۔

"افشاں کون تھی دا جی؟؟فضیلہ کون تھی؟۔بشارت حسین کون تھا؟۔ارحم کون تھا؟"۔شرجیل نے خود کو مضبوط کرتے ہوئے سب کے نام گنوائے۔وہ ارحم کے نام پر سٹپٹائے۔

"ارحم کا نام کہاں سے آیا؟"۔ان کا بوکھلانا واجبی تھا۔شرجیل حقارت سے ہنسا۔

"آپ کو کیا لگتا ہے میں نہیں جانتا کہ ارحم کیسے مرا؟"۔وہ رفاہ کا ہاتھ چھوڑتا ایک شان سے چلتا ہوا ان کے قریب آیا۔سمیعہ تائی اور شبیر کا دل منہ کو آیا۔وہ حیرت سے دونوں کو دیکھنے لگے۔

"اس کا قتل ہوا تھا اس ونی کے بھائی کے ہاتھوں"۔وہ چیخے۔

"چیخنے کی ضرورت نہیں ہے داجی۔اپنی بات منوانے کے لیے چیخ میں بھی سکتا ہوں"۔اس نے معنی خیز لہجے میں انہیں بہت غور سے دیکھا۔

"کیا آپ کو لگتا ہے میں نہیں جانتا کہ اس کے قتل کا آپ کو پہلے سے علم تھا.آپ پہلے سے جانتے تھے کہ وہ ہماری حویلی میں سے کسی نہ کسی کو تو موت کی گھاٹ اتاریں گے۔جب آپ اپنے ملازم سے اس بات کا ذکر کر رہے تھے اس وقت میں آپ کے کمرے کی کھڑکی کے باہر ہی کھڑا تھا داجی۔آپ نے ارحم کو پہلے ہی بھیج دیا یہ کہہ کر کہ آج زمینوں کو ذرا جلدی دیکھ آؤ۔آپ جانتے تھے کہ کسی نہ کسی کا قتل ہو گا اور سچ تو یہ ہے کہ آپ نے پہلے سے ہی تہیہ کر لیا تھا کہ قاتل کی بہن سے شادی کس کی

کروانی ہے۔میں جانتا ہوں آپ نے مجھے کیوں چنا۔اس لیے کیونکہ آپ یہ جانتے تھے کہ میں ایک وہ خاموش طبع انسان ہوں جو آپ کے ہر فیصلے پر سر جھکالیتا ہے۔اب نہیں رہوں گا میں خاموش۔کیوں کی تھی فضیلہ باجی کی اس مخصوص بڑی عمر کے شخص سے شادی؟۔اس لیے کیونکہ آپ کو لالچ تھا ان کے شوہر کی زمین کا!اس نے ایک زمین کے کاغزات آپ کے آگے رکھے نہیں اور آپ نے فضیلہ کا رشتہ طے کر دیا۔کیا کریں گے اتنی دھن دولت کا جب جانا ہی دو گز کی زمین میں ہے؟۔وہ مر گئی تڑپ تڑپ کے اس شخص کے ہاتھوں داجی"۔فضیلہ کے ذکر پر شرجیل کے آنسو بہہ نکلے۔شمیلہ چچی اپنی مری ہوئی بیٹی کے ذکر پر زمین پر ڈھہ گئیں۔"کتنا مارتا تھا وہ شخص انہیں آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔اس حویلی میں وہ صرف مجھے فون کال کر کے اپنے ساتھ ہونے والے تشدد کی اطلاع دیتی تھیں۔اپنی ماں کو یہ سوچ کر ایک فون نہیں کیا کہ چچی یہ سن کر مر جائیں گی۔آپ کو کیا لگتا ہے داجی مجھے ہر دو ہفتے بعد شہر جانے کا شوق ہے؟۔میں کیوں جاتا

ہوں کبھی سوچا ہے؟ کبھی سوچا آپ نے جب میں شہر سے پلٹتا ہوں تو دو دن تک اپنے کمرے سے کیوں نہیں نکلتا؟ میں ان کی قبر ڈھونڈنے جاتا ہوں دا جی۔ کہاں کہاں ڈھونڈا انہیں مگر نہیں مل پائی وہ لڑکی مجھے۔۔۔ اپنی جان دے بیٹھی آپ کی لالچ میں۔۔۔اس ماں پر رحم نہ آیا آپ کو جو اس ظلم پر بھی فقط آپ کا چہرہ دیکھتی رہ گئی۔افشاں کو جانتے ہیں کون ہے وہ عورت؟"۔دا جی کو لگا وہ اور سہہ نہیں پائیں گے۔ شجر اپنی بہن کا سوچ کر نڈھال ہو رہی تھی۔سمیعہ ہچکیاں لے رہی تھیں اور تمام مرد اپنے باپ، دادا کو نفرت سے دیکھ رہے تھے۔"وہ عورت کون ہے جو اوپر منزل میں تنہا رہتی ہے؟ وہ شخص جس کا نام بشارت حسین ہے وہ کون ہے جانتے ہیں آپ!؟۔آپ جتنا جانتے ہیں مجھے اس کا علم ہے مگر جتنا میں جانتا ہوں اس کا آپ کو علم نہیں"۔وہ شاہ جی کو پکڑ کر آگے لایا تو شاہ جی نے تیز نظروں سے دا جی کو دیکھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"کون ہے یہ شخص؟۔ایک وفادار ملازم کے اوٹ میں کون ہے یہ شخص جانتے ہیں آپ؟"۔وہ پوری قوت سے چیخا تو سب نے شاہ جی کو دیکھا۔جو جانتے تھے وہ نظریں جھکا گئے اور جو لاعلم تھے وہ حیرت سے دیکھنے لگے۔

"اسے بشارت حسین کہتے ہیں داجی"۔اس نے ایک ایک لفظ چبا کر ادا کیا۔داجی کی سٹی گم ہو گئی۔موجود لوگوں نے آنکھیں پھاڑ کر اس شخص کو دیکھا۔حویلی میں سکوت کا عالم چھا گیا۔شرجیل یہ کیا کہہ رہا تھا؟۔

"کون ہے بشارت حسین؟؟افشاں کا ذکر پر یاد آیا؟۔جو اپنی محبت کے لیے اپنی زندگی داؤ پر لگا گیا اس کا مقابلہ آپ سے کہاں داجی۔آپ کو یہ محبت کی باتیں سمجھ نہیں آتیں کیونکہ آپ کے لیے دولت ہی سب کچھ ہے۔کیا جرم تھا اس معصوم عورت کا جس کو آپ نے بے زبان کر دیا؟جس کی زندگی چھین لی؟"۔اس نے بشارت حسین کا ہاتھ اٹھایا۔"یہ شخص صرف انتقام کے لیے کھڑا ہے داجی۔بس کچھ کر نہیں پاتا بیچارا کیونکہ بے بس ہے نا!افشاں پھپھو کے لیے خود کو برباد کرنے کو بھی تیار ہے۔اپنی عیاشیوں

کی زندگی چھوڑ کر یہ شخص برسوں سے غلامی کی زندگی جی رہا ہے سوچا ہے کیوں؟۔ مگر اب اور نہیں داجی! آپ کو لگتا ہے یہ آپ کے سب بیٹے اور پوتے آپ سے ہمدردی رکھتے ہیں مگر ایسا نہیں ہے۔۔بے انتہا نفرت کا نام سنا ہے؟۔وہ کرتے ہیں آپ سے یہ سب! لاوا سمجھتے ہیں؟۔لاوا بھرا ہے سینے میں انتقام کا۔ حیرت تو یہ ہے کہ کسی بھی بھائی نے اپنی بہن کے حق میں ایک لفظ نہ منہ سے نکالا۔۔۔اس کی طرفداری نہیں کی۔میں آپ سے بہت نرمی سے! بہت محبت سے بشارت حسین کا رشتہ افشاں بٹ کے لیے مانگتا ہوں۔۔۔کیا آپ کو قبول ہے یہ رشتہ؟"۔اس نے صوفے پر ڈھے داجی سے پوچھا۔

"یہ وہ گھٹیا شخص ہے؟"۔داجی کی سانسیں گہری ہونے لگیں۔ان کے لبوں سے الفاظ کٹ کٹ کر ادا ہو پا رہے تھے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"کون سا گھٹیا پن دکھادیا اس شخص نے؟ وفا کرنا گھٹیا پن تو نہیں۔ میں پھر سوال دہراتا ہوں! ۔ کیا آپ کو یہ رشتہ قبول ہے"۔اس نے پھر سختی سے پوچھا۔

"میں یو۔۔۔۔"انہوں نے کچھ کہنا چاہا مگر لفظوں نے ساتھ نہ دیا۔

"کیا آپ کو رشتہ قبول ہے؟ ہاں یا ناں؟"۔ شر جیل نے بات کاٹی۔

"میری بیٹی افشاں"۔ دا جی نے یہ کہتے ہوئے رونا شروع کر دیا۔

"یہ کیا کیا آپ نے ابا؟"۔ کبیر نے غم سے نڈھال ہوتے ہوئے پوچھا۔

"میری بیٹی افشاں کو بلاؤ خدارا"۔ وہ چیخنے لگے۔

"وہ اسی صورت میں آئے گی جب آپ رشتہ قبول کریں گے"۔ شبیر ٹوٹے لہجے میں کہتے ہوئے آگے آئے۔

شر جیل نے مڑ کر کانپتی رفاہ کو دیکھا۔

"مجھ سے سب نے غداری کی ہے"۔ وہ چیخنے لگے۔

www.neweramagazine.com

"اباجی آپ رشتہ قبول کرتے ہیں یا نہیں؟"۔ مسرور اپنی بیوی شمیلہ کی حالت دیکھتے ہوئے آگے آئے۔

"میری بیٹی کو بلاؤ"۔ان کی حالت بگڑنے لگی۔

"ہمیں یہ رشتہ قبول ہے"۔ کبیر نے بلند آواز میں کہہ کر شاہ جی کو دیکھا۔

شاہ جی کا سفید پڑتا چہرہ نہال ہوا۔انہیں یقین ہی نہ آیا اور وہ ششدر رہ گئے۔ جس کا کب سے سوچا تھا وہ خواب اب پورا ہو ہی گیا۔دا جی کی حالت بگڑنے لگی تو ان کے بیٹے ان کی جانب بڑھے۔انہیں دیکھ کر محسوس ہو رہا تھا کہ انہیں فالج کا دورہ پڑ رہا ہے۔ شرجیل نے رفاہ کا ہاتھ تھاما اور اسے اپنی طرف کرتے ہوئے ایک نظر شاہ جی کو دیکھ کر کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ وہ بات رفاہ سے شروع ہوئی تھی اور ختم بشارت حسین پر ہوئی تھی۔ شاہ جی اشارے سے اسے اوپر جانے کو کہا اور کہا کہ وہ دا جی کی طبیعت سنبھال لیں گے۔ شرجیل نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔دور دور کھڑے ثریا اور شاہ زل نے بلاارادہ ایک دوسرے کو دیکھا۔لب دونوں کے خاموش تھے۔

اس نے شاہ زل کو آنکھوں کے اشارے سے دا جی کی طرف بڑھنے کو کہا تو شاہ زل اثبات میں سر ہلاتا ان کے قریب بڑھا۔اس کہانی کا خاتمہ کیسے ہو گا اس حویلی کے مکین یہ جاننا چاہتے تھے۔

---★★---

دو دن اور بیت گئے۔آج زید کی شادی تھی اور وجدان نے پورا دن زید کے ساتھ گزارا تھا۔وہ تیار ہو رہی تھی اور وجدان شاور لے رہا تھا۔صالحہ نے گھڑی پر نگاہیں اٹھا کر دیکھا۔آٹھ بجنے کو تھے اور اب اسے تیاری میں تیزی پکڑنی تھی۔اس نے ٹی پنک رنگ کی کرتی اور پاجامہ پہنا ہوا تھا۔اس پر ہلکا پھلکا میک اپ کر کے وہ خود کو آئینے میں دیکھنے لگی۔جھمکیاں نکال کر کان میں پہنی اور وہ اب مکمل تیار ہو چکی تھی۔یہ جوڑا اور جیولری وجدان نے اسے ایک دن پہلے ہی جا کر دلائے تھے۔اس کی پسند دیکھ کر صالحہ عش عش کر اٹھی تھی۔وہ بواش روم سے شاور لے کر نکلا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"میری کالی شال کہاں ہے؟"۔تولیہ سے بال رگڑتے ہوئے اس نے صالحہ سے پوچھا تھا۔

"یہ بیڈ پر ہے"۔اس نے واڈروب سے اپنی سینڈل نکال کر پہنی۔وجدان سفید کرتے پر کالی شال پہنتا آئینے کے سامنے کھڑا ہوا۔اب وہ تیزی سے کنگھے کو بالوں پر چلا رہا تھا۔

"آپ تیار ہیں؟"۔اسے بنا دیکھے پوچھا۔

"جی بس چادر لیلوں"۔وہ اس کے برابر آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی تو وجدان کا بالوں پر چلتا ہاتھ رک گیا۔آنکھوں پر مسکارا لگانے پر اس کی گھنی پلکیں اور گھنی ہوگئیں۔

"کیا یہ مسکارا زیادہ لگ رہا ہے؟"۔صالحہ نے اپنا آپ جب آئینے میں دیکھا تو اسے مسکارا بہت زیادہ محسوس ہوا۔

"یہ بہت خوبصورت ہے"۔وجدان نے آئینے کے عکس میں آتی صالحہ کی آنکھوں کو دیکھتا ہوا بولا۔صالحہ نے بھی اس کا عکس آئینے میں دیکھا۔کالی شال اس پر بہت سوٹ کر رہی تھی۔

"ہم لیٹ ہو رہے ہیں"۔اس نے نگاہیں جھکا کر بتایا اور پیچھے ہٹ گئی۔ وجدان کا اس کا "ہم" کہنا بے حد اچھا لگا۔وہ مسکراتا ہوا پلٹا تو صالحہ کی نظر اس کے گہرے ڈمپل پر پڑیں۔

"آپ نے تحفہ رکھ لیا"۔اس کی نگاہیں بار بار صالحہ کی جانب اٹھ رہی تھیں۔

"جی"۔

"چلیں؟"۔وجدان نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھا۔صالحہ نے اثبات میں سر ہلایا اور ساتھ اپنی چادر اوڑھی۔وجدان نے چابی میز سے اٹھائی اور دونوں نیچے بڑھ گئے۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

---★★---

صالحہ کو ہال اور یہاں کے انتظامات اچھے لگ رہے تھے۔ وہ دونوں اسٹیج پر بیٹھے زید اور اس کی بیوی امرحہ سے مل آئے تھے۔ پورے فنکشن میں وجدان کی نظریں صالحہ کو تکنے میں مصروف تھیں۔ جب آنکھوں سے آنکھیں ملتی تو صالحہ تیزی سے نگاہیں چرا لیتی۔ ایسے میں اس کے گال اور زیادہ دہکنے لگتے۔ ان اداؤں سے وجدان لطف اندوز ہو رہا تھا۔ زیدان دونوں کے پاس اسٹیج سے اتر کر ملنے آیا۔

"ٹھیک ہیں بھابھی آپ؟"۔ اس نے وجدان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر صالحہ سے پوچھا۔ صالحہ نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔

"آپ کو بہت مبارک ہو بھائی"۔ وہ اس کے لیے سچ میں خوش تھی۔

"جزاک اللہ بھابھی اور بتائیں"۔ زید نے ایک نظر اپنی دلہن کو اسٹیج پر دیکھا جو گھونگھٹ ڈالے بیٹھی تھی۔ صالحہ اور وہ دونوں اب آپس میں بات کر رہے تھے۔ وجدان سامنے ہال میں داخلے کی جانب دیکھتے ہوئے ان کی

باتیں ساتھ ساتھ سن کر مسکرا رہا تھا۔ تقریباً نو بجے کا وقت تھا جب ہال کے دروازے سے ایک ایسی شخصیت داخل ہوئی جسے دیکھ کر وجدان کا رنگ اڑا۔ اس نے سرعت سے زید کو دیکھا۔

"زید تو نے یہ کیا کیا"۔ وہ زید کو کندھے سے پکڑ کر دھکیل کر کہا۔

"کیا ہوا بھائی؟"۔ زید نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

"تو نے اسے بلایا ہے؟"۔ وجدان کی آنکھیں تیزی سے سرخ ہوئی تھیں۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"کسے؟"۔ اس نے حیرانی سے باہر دروازے کی جانب دیکھا تو خود بھی کھٹک گیا۔

"مم۔ میں نے اسے نہیں بلایا! بھلا میں کیوں بلانے لگا"۔ اس نے آنکھیں پھاڑ کر ان کی طرف چل کر آتی لڑکی کو دیکھا۔

"تو پھر؟"۔ وجدان سیدھا ہوا۔

"یہ تو اسی سے معلوم پڑے گا۔ویسے تمہیں پگھلنے کی ذرا ضرورت نہیں ہے !اپنی بیوی کے پاس جاؤ جو حالات سمجھنے کی کوشش کر رہی ہے"۔زید نے صالحہ کی جانب جانے کا اشارہ کر کے اسے

حکم دیا۔

"تو ساتھ چل میرے !میں جانتا ہوں وہ میرے پاس ضرور آئے گی جب صالحہ کو میرے برابر میں کھڑا دیکھے گی"۔وجدان زید کے ساتھ صالحہ کے قریب آیا۔

"کیا ہوا؟"۔صالحہ نے پریشانی سے پوچھا۔

"کک۔کچھ نہیں"۔وجدان ہکلایا۔

"ہیلو"۔اس نے زید کی جانب ہاتھ بڑھایا۔زید نے اس سے ہاتھ ملایا۔

"تم؟"۔زید کے لہجے میں سنجیدگی چھائی۔

"ہاں میں! سوچا تم نے تو بتایا نہیں تو خود ہی مل آؤں"۔ وہ ہرے رنگ کے سوٹ میں گہرہ کاجل لگائے ہوئی تھی۔

"ہیلو مسٹر وجدان"۔ نگاہیں اس پر اٹھیں تو ہاتھ بھی آگے بڑھایا۔ وجدان کا دل گویا بند ہو گیا تھا۔ کیا اسے بھی ہاتھ بڑھانا چاہیے؟ وجدان نے یک ٹک اس کی طرف بڑھے اس کے ہاتھ کو دیکھا اور خود صالحہ کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ کندھے سے پکڑ کر اسے خود سے قریب لگایا۔ صالحہ کی کچھ سمجھ نہ آئی تھی اور وہ شرم سے چور سر بھی نہیں اٹھا پا رہی تھی۔

"میٹ مائی وائف! صالحہ وجدان"۔ اس نے مسکرا کر صالحہ کو آگے کیا۔ درشہوار نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ ہاتھ پیچھے کیا۔

"او تو یہ ہے تمہاری بیوی"۔ اس نے صالحہ کو سر تا پیر دیکھا۔ "پتا چلا تھا مجھے کہ تمہاری شادی ہو گئی۔ سوچا تم سے بھی مل لوں"۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ زبردستی مسکرا رہی تھی۔ زید کو پیچھے سے کسی نے آواز دی تو وہ اس کا کندھا

دباتا اسٹیج پر چلا گیا۔صالحہ کو اس لڑکی کا اپنے شوہر کے ساتھ اتنا بے تکلف ہونا ذرا نہیں بھا رہا تھا۔

"کیسی ہو صالحہ ؟۔میں تمہارے شوہر کی کبھی یونیورسٹی فیلو تھی!"۔وہ مسکرا کر خود ہی اپنا تعارف کرنے لگی۔

"اوہ۔۔۔اچھا اچھا"۔اس نے وجدان کو دیکھ کر درشہوار کا جواب دیا۔

"اور بتاؤ وجدان؟ کیسے ہو کیا کر رہے ہو آج کل ؟"۔وہ اب اس سے مکمل باتیں کر رہی تھی۔صالحہ کو وہ حد سے زیادہ بری لگی۔اس نے یہ سوچ کر پانی کا بہانہ بنایا کہ وجدان اس کے جانے پر درشہوار سے بات ختم کردے گا مگر ایسا نہیں ہوا۔وہ پانی پی کر وہیں واٹر کولر کے پاس کھڑی رہی۔درشہوار اس سے باتوں میں مگن تھی اور وجدان سنجیدہ لہجے میں اس کی باتوں کا جواب دے رہا تھا۔دس منٹ گزر گئے مگر وجدان نے پلٹ کر نہیں دیکھا کہ صالحہ کہاں ہے۔صالحہ کا خیال خیال ہی رہ گیا۔اس کا دل چاہا درشہوار کا منہ نوچ لے مگر ضبط بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔وہ بھلا ایسا کیسے کرسکتی تھی؟۔

وہ وہیں کھڑی رہی۔ نگاہیں بھٹک بھٹک کر دونوں پر جاتیں اور پھر وہ نظریں چرالیتی۔ وجدان نے خود پر نگاہوں کی تپش محسوس کی تو گردن پھیر کر سامنے صالحہ کو اپنی جانب دیکھتا پایا۔ آنکھیں ملیں اور صالحہ ادھر ادھر دیکھنے لگی جیسے اسے کوئی فرق نہ پڑتا ہو۔ وہ پہچان گیا کہ وہ جیلس ہو رہی ہے۔ ناچاہتے ہوئے بھی اس کے لبوں پر مسکراہٹ گہری ہوئی۔ وہ درشہوار کی پوری بات سنے بغیر ہی چلتا ہوا اس کی جانب آیا۔ پیچھے کھڑی درشہوار نے اسے روکنا چاہا مگر وہ روک نہ پائی۔ وہ حق نہیں رکھتی تھی اسے روکنے کا۔۔۔ بے اختیار دکھ سے اس نے وجدان کو دیکھا اور ایک بار پھر پچھتانے لگی۔

وہ صالحہ کے پاس جا چکا تھا۔

"کیا مزہ نہیں آرہا آپ کو یہاں؟"۔ وہ شریر مگر بظاہر سنجیدہ لہجے میں پوچھنے لگا۔ صالحہ ادھر ادھر دیکھنے لگی جیسے اسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

"آپ کیوں آگئے؟"۔اس نے دور کھڑی درشہوار کو ایک نظر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیونکہ بیوی آپ ہیں! آپ کے پاس ہی تو آنا تھا"۔وہ بھی ادھر ادھر دیکھتے ہوئے جواب دے رہا تھا۔لبوں پر مسکراہٹ اب بھی قائم تھی۔

"کوئی ضرورت نہیں آپ کو میری پاس آنے کی۔۔۔لگتا ہے درشہوار آپ کو بلانا چاہتی ہے۔اسے باتیں کر آئیں"۔مدھم آواز میں وہ نروٹھے پن سے کہتی اسٹیج کی طرف بڑھ گئی اور اسے تنہا کر گئی۔اس نے وجدان سے ناراضگی مول لی تھی۔وجدان نے نچلا لب دانتوں میں دبایا۔اس نے پلٹ کر دیکھا تو درشہوار اب بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی مگر وہ اب صرف صالحہ کو ہی دیکھنا چاہتا تھا۔جو ماضی تھا اسے ماضی ہی رہنے دینا چاہتا تھا۔اب وہ وقت نہیں تھا کہ وجدان شہوار کے لیے تڑپے۔صالحہ کی یہ باتیں معمولی نہیں تھی۔وہ دل میں اس کے لیے سچے جذبات رکھتی تھی وہ یہ جانتا تھا۔ بس اب آگے کی راہیں اتنی دشوار نہیں تھیں۔وہ کھل کر ایک بار پھر

مسکرایا تھا۔ تو کیا وہ اسے اس طرح چاہنے لگی ہے جیسے وہ چاہنے لگا ہے؟۔

دل کے رستے گزرتے دنوں کے ساتھ آسان ہوتے جا رہے تھے۔

عنقریب اسے اپنی منزل ملنے والی تھی۔

---★★---

Continue

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشاءاللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین